بانیٔ بریلویت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اہلِ حق کے مقابلے میں مناظروں سے تاریخی فرار کی روئیداد

فتوحات چاندپوری

بجواب

فتوحات رضویہ

ذوالفقار نعیمی بریلوی کی کتاب **فتوحات رضویہ** کا مدلل جواب

مصنف
مناظر اہلسنت، فاتح بریلویت، قاطع شرک و بدعت
حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب دامت برکاتہم

جمعیة اہل السنّة والجماعة

بانیٔ بریلویت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اہلِ
حق کے مقابلہ میں مناظروں سے تاریخی فرار کی روئیداد

فتوحاتِ چاندپوری

بجواب

فتوحاتِ رضویہ

از

حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہٗ

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم!

اہل بدعت فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے یہ بات سننے کو ملتی ہے اور بعض بریلوی مصنفین نے اسے انتہائی فخریہ انداز میں تحریر بھی کیا کہ جب احمد رضا خان فاضل بریلوی کو علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند سے اختلاف ہوا تو فاضل بریلوی نے فوراً تکفیر نہیں کی، بلکہ تکفیر سے پہلے اس نے اکابرین اہل سنت کو خطوط لکھے اور ان سے عبارات پر وضاحت و رجوع اور پھر توبہ کی درخواست کی، انکو مناظرے کے چیلنج دیے، انکے نام خطوط لکھے اور رجسٹریاں بھیجیں، لیکن وہ ان سب میں کسی بھی بات پر راضی نہ ہوئے تو مجبوراً فاضل بریلوی نے آخری حربہ کے طور پر حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے ان کی تکفیر کر دی۔

ان جیسے اور کئی بہتانات فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے لگائے جاتے ہیں، آج میرا موضوع ان جیسی تہمتوں، الزامات اور بے سروپا خرافات کا قلع قمع کرنا ہے، صرف نظر اس بات کے کہ ہماری عبارات پر گستاخی کے الزامات کا ہماری طرف سے کئی بار جواب دیا جاتا رہا اور کئی جوانب سے مخالفین کو مسکت جوابات بھی ملتے رہے، لیکن اہلِ بدعت اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے، آج ہمارا موضوع اہل بدعت کے اسطرح کے جھوٹ اور بہتانات کی نقاب کشائی کرنا ہے، جو فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے ہم پر لگائے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! اہل بدعت کا طرز عمل رہا ہے کہ ”جھوٹ اتنا بولو کہ سچ لگنے لگے“ میں دعوے سے بطورِ چیلنج کہتا ہوں کہ عبارات علمائے اہل سنت کے حوالے سے فاضل بریلوی کی طرف سے ایک بھی خط نہیں دکھایا جاسکتا جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علمائے اہل سنت کو وضاحت یا رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو، فاضل بریلوی کے خطوط کا مجموعہ لاہور سے بنام ”کلیات مکاتیب رضا“ چھپ چکا ہے، لیکن اس پورے ذخیرہ خطوط میں کوئی ایک بھی خط نہیں جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علمائے اہل سنت کو عبارات کی وضاحت، رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو یا انہیں مناظرے کا چیلنج دیا ہو اور وہ سامنے نہ آسکے ہوں تو پھر یہ بات جان لینے کے بعد اس پادر ہوا الزام کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟؟ ہماری یہ تحریر پڑھ کر آپ یہ کہنے پر مجبور ہونگے کہ یہ ایسے الزامات ہیں کہ جنکی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں، تحذیر الناس کتاب (تقریباً) ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوئی، یہ کوئی مستقل کتاب نہیں تھی، بلکہ مولانا محمد احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خطیب بریلی کے ایک خط کا جواب تھا، جسے بعد میں حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے بغیر شائع کر دیا گیا، مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، فقیہ الہند مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۲۳ھ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۴۶ھ میں ہوئی، لیکن فاضل بریلوی کا ایک بھی خط نہیں دکھایا جاسکتا جو اس نے حسام الحرمین میں درج عبارات کے متعلق ان تین میں سے کسی بھی ایک کے نام لکھا ہو، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چلیں اگرچہ فاضل بریلوی نے ان حضرات کو خطوط نہیں لکھے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام خطوط تو ”کلیاتِ مکاتیب رضا“ (فاضل بریلوی کے مجموعہ خطوط) میں موجود ہیں، اوّل مختصراً جواب عرض ہے کہ فاضل بریلوی کی جانب سے بشمول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بھی سنی دیوبندی عالم کے نام تکفیر سے پہلے مسئلہ عباراتِ حسام پر نا تو کوئی توبہ کا خط اور نا ہی ان چاروں حضراتِ علماء کے نام کسی معتبر مستند دلیل سے کوئی رجسٹری ثابت ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۳۱۸ھ مسئلہ علم غیب پر ایک سوال آیا، جسکا حضرت نے جواب دیا، جو

۱۳۱۹ھ میں ''حفظ الایمان'' کے نام سے چھاپ دیا گیا، خود بریلویوں کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی نے حفظ الایمان شائع ہونے کے بعد صرف ایک سال کی مدت میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سمیت ان چاروں اکابر اہلسنت پر ۱۳۲۰ھ میں ہی اپنے رسالہ ''المعتمد المستند'' میں کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ (ملاحظہ فرمائیں، فتوحات رضویہ۔ص۔ ۶۱)

پھر بقول رضا خانیوں کے کہ فاضل بریلوی نے اس فتوی تکفیر کو حرمین کے علماء کے سامنے ۱۳۲۳ھ میں اپنے دوسرے سفر حج کے دوران پیش کیا اور ان کی طرف سے نام نہاد تصدیقات ملیں، جسے ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین کے نام سے چھاپ دیا گیا۔ (میرے پاس حسام الحرمین کا طبع اول کا نسخہ موجود ہے اور اس پر اشاعت کا یہی سن درج ہے اور مولوی حسن علی رضوی بریلوی نے بھی حسام الحرمین کی اشاعت اول کی یہی سن لکھا ہے، ملاحظہ ہو، محاسبہ دیوبندیت۔ فاضل بریلوی مجموعہ خطوط کلیاتِ مکاتیب رضا میں فاضل بریلوی کی طرف سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام پانچ خطوط کا ذکر ہے، لیکن ان پر مندرجہ ذیل تاریخ درج ہے۔

دو خطوط پر ۱۳۲۸ھ اور دو پر ۱۳۲۹ھ اور ایک خط پر ۱۳۳۸ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں ایک بھی خط ایسا نہیں جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام فتوی تکفیر سے پہلے لکھا گیا ہو، بلکہ پہلا خط جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا گیا وہ فتوی تکفیر سے تقریباً آٹھ سال بعد کا ہے، لیکن بریلوی حضرات کی طرف سے جھوٹ ملاحظہ ہو، ایک بریلوی مصنف لکھتا ہے کہ

> ''دیوبندیوں کے ان کفریات کی ابتداء ۱۲۹۰ھ سے ہوئی جب کہ امام احمد رضا خان نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا، تیس سال آپ انہیں خوفِ خدا یاد کرواتے رہے، خط لکھتے رہے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے، اس دوران علمائے اہل سنت کے کئی مناظر ہوئے، لیکن بجائے رجوع کے ان کفریہ عبارتوں کو عین ایمان کہا جاتا رہا اور اس کی باطل تاویلیں کی جاتی رہیں، پھر ناامید ہو کر ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے تکفیر کا فریضہ سرانجام دیا''۔
>
> (حوالہ کتاب، حسام الحرمین اور مخالفین صفحہ ۲۵۔۲۶)

اس باب میں رضاخانی علماء نے جن اکاذیب کا سہارا لیا اور جو جھوٹ بولے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے تیس سال تک دیوبندی اکابر کو خطوط لکھے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے، لیکن یہ باطل تاویلیں کرتے رہے (ملخصاً)، اس اظہر من الشمس جھوٹ پر سوائے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اس دوران سارے رضاخانی مل کر ایک خط بھی ثابت نہیں کر سکتے، سب سے پہلے یہ جھوٹ کس نے بولا؟ سب سے پہلے یہ مکھی کس نے ماری؟ یہ جان کر آپ بھی حیرت اور تعجب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ کٹورے پے کٹورا، بیٹا باپ سے بھی گورا...... سب سے پہلے یہ جھوٹ فاضل بریلوی کی طرف سے بولا گیا جس کا رد کرتے ہوئے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> ''دنیا میں بھی لوگ کیا کہیں گے کہ چھتیس برس سے دعوی مناظرہ ہے، کم از کم فی سال ایک رسالہ تو ایسا نکال دو جو ہمارے متعلق ہو اور اس کو ہمارے اکابر کی خدمت میں بھیجا ہو خیر اب باعث تصفیہ یہ ہے کہ اگر آپ گفتگو نہ کریں تو ہمارا کچھ حرج نہیں، آپ ہی کی قابلیت علمیت مجددیت اچھی طرح کھلے گی، اگر آپ وکالت پر راضی نہیں، ہم بھی اصالۃً ہی مناظرہ چاہتے ہیں''۔

(رسائل چاندپوری، ص۔۷۶۴ جلد دوم)

یقیناً آپ جان چکے ہوں گے کہ سب سے پہلے یہ مکھی کس بریلوی نے ماری کہ آج تک سارے رضاخانی اسی مکھی پر مکھی مارتے آرہے ہیں، آج میرا موضوع ان صاف عبارتوں پر کچھ لکھنا نہیں۔ ان عبارتوں پر بہت کچھ لے دے ہو چکی ہے اور ہماری طرف سے ان الزامات کے مسکت جوابات لکھے جا چکے ہیں اور اب تو مخالفین بھی عملی طور پر ان عبارات پر گفت وشنید سے دستبرداری کا اعلان کر چکے ہیں۔

آج کا میرا موضوع فاضل بریلوی اور فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے اس معاملے پر بولے جانے والے ایک دروغ بے فروغ کی نقاب کشائی کرنا ہے، بریلویوں کی طرف سے حال ہی میں "فتوحات رضویہ" کے نام سے ایک کتاب چھاپی گئی ہے، جس میں بزعم خویش بریلوی مصنف کی طرف سے فاضل بریلوی کی منگھڑت "فتوحات" ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے، اس معاملے میں مصنف مذکور نے اپنے موروثی طریقے کو زندہ کرتے ہوئے انتہائی جھوٹ سے کام لیا ہے اور ریت کا ایک کمزور گھروندا تیار کیا ہے، میں نے سوچا کہ اس کتاب کو سامنے رکھ کر فاضل بریلوی کی تسلیم شدہ شکستوں پر روشنی ڈالوں!...... کہتے ہیں نا کہ "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس لیے وہ زیادہ دور تک نہیں بھاگ سکتا اور پکڑا جاتا ہے" اکابر رضاخانی کی طرف سے اس حوالے سے بولے جانے والے جھوٹ بھی بیچ بازار پکڑے جا چکے ہیں اور آج میں انکی نقاب کشائی کر رہا ہوں!!

فاضل بریلوی اور مناظرہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں جیسے آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے یا یوں کہیں کہ جیسے پانی میں آگ کا وجود نہیں ہوتا ایسے ہی فاضل بریلوی اور مناظرہ دو متضاد چیزیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے، یا یوں کہیں فاضل بریلوی میں فن مناظرہ کا مادہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، میں نے گزشتہ سطور میں فاضل بریلوی کے پانچ خطوط کا ذکر کیا، جو انہوں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے یہ خطوط کب اور کیوں لکھے گئے؟ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ فاضل بریلوی نے جب کچھ ان دیکھی طاقتوں کی شہ پر علمائے اہل سنت کے خلاف تکفیر کے تیر چلائے اور ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین کو چھاپ کر شائع کیا اور تکفیر کے تمام آداب اور اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر امت مسلمہ کے محسن اور اکابر علماء پر تکفیری طیشہ زنی کی تو جس جس مسلمان تک یہ فتویٰ پہنچتا، ہر مسلمان دکھی اور غمگین ہوتا گیا، اس بات کا اقرار خود رضاخانیوں کو بھی ہے کہ فاضل بریلوی کے فتویٔ تکفیر کے فوراً بعد اہلسنت علمائے دیوبند نے حمایت دین کے لئے چند نمائندوں کو میدان میں اتار دیا، (فتوحات رضویہ صفحہ ۶۱)۔ ہم ماقبل میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ تکفیر سے پہلے فاضل بریلوی نے اس موضوع پر علمائے اہل سنت کو نہ تو کوئی خط لکھا اور نہ ہی مناظرہ کی دعوت دی، لیکن فتویٔ تکفیر کے بعد بھی میدان میں علمائے اہلسنت دیوبند ہی پہلے اترے اس بات کا اقرار خود بریلوی مصنف کو بھی ہے، میں سب سے پہلے یہ بتاتا چلوں کہ حرمین کے علماء نے فاضل بریلوی کی تلبیس کا اثر مٹانے کے لیے علمائے اہل سنت کو مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ایک سوالیہ خط لکھ کر بھیجا، جس میں علمائے حرمین نے علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند سے منسوب کردہ پھیلائے جانے والے غلط سلط عقائد کی وضاحت مانگی اور اس بات کا اقرار بریلوی علماء کو بھی ہے کہ علماء حرمین کے اس سوالیہ خط کے جواب میں علمائے اہل سنت دیوبند نے اپنے حقیقی عقائد کو واضح کیا اور اہل بدعت کی جانب سے غلط الزامات کی تردید کی اور اس تردید اور وضاحت نامے کو "**المھند علی المفند**" کے نام سے چھاپ کر شائع کیا۔

فاضل بریلوی کو مناظرے کا پہلا چیلنج اور فاضل بریلوی کا فرار

جہاں ایک طرف یہ ضروری تھا کہ اپنے صحیح عقائد کو بیان کیا جاتا اور الزامات کی تردید کی جاتی، وہیں دوسری جانب یہ بھی ازحد ضروری سمجھا کہ ان غلط الزامات لگانے والے کے دانت بھی کھٹے کئے جائیں، الحمدللہ اس کام کا بیڑا ابن شیر خدا رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھایا اور بفضل اللہ وعونہٖ اس محاذ پر انہوں نے بڑا احسن کردار ادا کیا، فاضل بریلوی کے فتوئے تکفیر (حسام الحرمین) کے شائع ہونے کے صرف ایک سال بعد ۱۳۲۶ھ میں فاضل بریلوی کا پٹنہ کے جلسہ میں بیان تھا اس جلسہ میں مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر ہی کھڑے ہوکر فاضل بریلوی کو مناظرے کا چیلنج دے ڈالا، فاضل بریلوی کو معلوم تھا کہ اگر آج اس بھرے مجمع میں اسے اپنے فتوئے تکفیر کا حساب دینا پڑا تو یہ اس کے لئے بڑی شرمندگی کا باعث بنے گا، لہٰذا فاضل بریلوی نے اس موقع پر خود کو اس ذلت سے بچانا ضروری سمجھا اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس چیلنج کو نہ تو اسوقت قبول کیا اور نہ ہی انھیں بعد کا وقت دیا، بلکہ اپنے چیلوں سے کہلوا کر انہیں بیٹھنے پر مجبور کیا گیا، لیکن مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ بھلا بیٹھنے کے لئے تھوڑا ہی کھڑے ہوئے تھے، بالآخر مجمع سے کچھ لوگوں نے آکر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ یقین دلایا کہ وہ ابھی بیٹھ جائیں دس منٹ انتظار کریں، پھر انکا مطالبہ پورا کردیا جائے گا، لیکن پندرہ بیس منٹ گذر جانے کے باوجود بھی جب فاضل بریلوی تیار نہ ہوئے تو پھر دوبارہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہوکر اپنا چیلنج دہرایا، اس بار بھی انہیں یہی جواب ملا، وہ فاضل بریلوی ہی کیا جو مناظرہ کا چیلنج قبول کرکے اہلسنت کا سامنا کرپاتا، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا کو لکھے گئے اپنے خط میں انکو پٹنہ کا واقعہ یاد کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''یہ عرض کرتا ہوں کہ میں وہی شخص ہوں کہ پٹنہ میں جو آخری وعظ جدوہ کا آپ بیان فرمارہے تھے اور کئی ہزار کا مجمع تھا اور بندہ نے کھڑے ہوکر اس مجمع میں آپ سے زبانی گفتگو کی درخواست کی تھی اور اہل مجمع نے دس منٹ کے بعد جواب کا وعدہ کیا تھا، پندرہ بیس منٹ کے بعد بندہ پھر کھڑا ہوا اور دوبارہ گفتگو کی درخواست کی پھر وہی جواب ملا، بعدہ آپ دعا مانگ کر تشریف لے گئے اور زبانی گفتگو سے گریز کیا، آپ یاد کیجئے کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ میں وہی شخص ہوں کہ جو اس وقت بھی آپ سے گفتگو کو آمادہ تھا کہ جب بالکل آپکا مجمع تھا اور اب تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں اس طرف کے بھی ہوں گے اس دن آپ کی حقانیت کی حقیقت کھل جائے گی مگر خدا کو منظور نہ تھا''۔ (بحوالہ مجموعہ رسائل چاند پوری ص ۷۵ جلد اول)

اور حضرت مولانا عبد الوہاب بلاسپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے مخدوم ومطاع حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ادام اللہ تعالیٰ نصرتہ علیٰ اعدائہ نے خود پٹنہ کے آخری جلسہ میں تمہارے جدوہ میں تشریف لے جاکر علی رؤس الاشہاد کے سامنے مناظرہ کی درخواست کی، جسکا تم کو بھی اقرار ہے، مگر بجز فرار کے کچھ نہ بن پڑا''۔ (مجموعہ رسائل چاند پوری۔ص ۲۶۴ جلد اول)

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا پٹنہ کے جلسے میں جہاں بریلویوں کا ہزاروں کا مجمع تھا، فاضل بریلوی کے سامنے اسطرح کھڑے ہوکر جرأت مندانہ انداز میں اسے مناظرے کا چیلنج دینا، خود ایک بہت بڑی دلیل تھی کہ علمائے اہلسنت احمد رضا خان کے مسئلۂ تکفیر پر مناظرہ کے لیے

ہمہ وقت تیار تھے،لیکن فاضل بریلوی کا یوں جان چھڑوانا اور جلسہ کے اندر مناظرہ کرنے کی ہمت نہ کرنا،بلکہ جلسہ کے بعد گفتگو کا ٹائم دے کر بھی فرار ہو جانا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ فاضل بریلوی مسئلۂ تکفیر میں علماء اہل السنت والجماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور انہیں اپنے تکفیری نظریے پر بالکل بھی بھروسہ اور اعتبار نہیں تھا۔

اور مولوی ظفرالدین کے اس خط کا جواب دیتے ہوئے(جو پٹنہ والے واقعہ کے حوالے سے دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہے) اسکا جواب دیتے ہوئے مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"پٹنہ کے قصہ کی نسبت جو کذبِ محض اس نے لکھا ہے کہ"بیان ختم ہونے پر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ہی تشریف لے جا چکے تھے"(انتہیٰ کلامہ) جھوٹے مردود پر اللہ کی ہزار ہزار لعنت جاؤ متجد دخان یہ قسم کھا کر کہہ دے اور طلاقِ مغلظہ کی قسم کھائے،وہ بوڑھا ہو گیا ہے اس قسم میں حرج بھی نہیں،ہم جھوٹے اور تم سچے،ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اس میں جو بات ہوئی تھی اس کو بھی اس قدر غلط بیان کیا جاتا ہے،جھوٹے،جماعتِ کذب کے پروردہ،جب تمہارا متجدد وعظ کہہ کر چلتا نظر آیا،اسوقت ہمارے حضرت مولانا ابن شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے پھر کھڑے ہو کر للکارا کہ واہ یہی دعویٰ حقانیت ہے،یہی وعدہ جواب دینے کا کیا تھا "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"اکثر آدمیوں کا مجمع گرداگرد ہو گیا اور حضرت مولانا سے دریافت کرنے لگا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کل مکان پر تشریف لائیے تو مولانا نے فرمایا کہ"مور جنگل میں ناچا تو کس نے دیکھا" جب چار پانچ ہزار آدمیوں کے جلسہ میں گفتگو نہ ہوئی تو گھر میں کیا ہوگی"۔(رسائل چاند پوری صفحہ ۳۰۹ / ۳۱۰ جلد اول)

قارئین کرام! پٹنہ کے واقعہ پر جو اعتراض مولوی ظفرالدین بریلوی نے کیا تھا،اسکا جواب ہم نے موقع پر موجود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی زبانی بیان کر دیا ہے،حیران کن بات یہ ہے کہ مولوی ظفرالدین نے ڈبیہ اور رومال چھوڑ کر بھاگنے کا الزام لگاتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ جو شخص اتنی ہمت کر رہا ہے کہ مخالفین کے مجمع میں کھڑے ہو کر چیلنج کر رہا ہے اور ایسا کرتے ہوئے بالکل بھی خوف زدہ نہیں تو بھلا وہ چیلنج کر لینے کے بعد اور مجمع کا سامنا کر لینے کے بعد کیوں میدان سے راہِ فرار اختیار کریگا؟ کسی کو پتہ بھی نہ ہو اس مجمع میں فریق مخالف کا کوئی فرد بیٹھا ہے یا نہیں؟ اور پھر مولانا چاند پوری کھڑے ہو جائیں اور خود احمد رضا کو مناظرے کا چیلنج کر کے سرِعام ان کی مخالفت کریں اور ان سب باتوں میں ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہو تو کیا بھلا ایسا بہادر شخص بیان کے ختم ہونے پر بات کرنے سے کترا کر راہ فرار اختیار کر سکتا ہے؟ کتنی حیران کن بات ہے کہ خود بریلوی حضرات کو بھی اقرار ہے کہ حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع میں دوران تقریر کھڑے ہو کر چیلنج کیا تو ظاہر ہے کہ اب فرار کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ اب صرف یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ فاضل بریلی جن میں دوبدو گفتگو کرنے کی ہمت نہیں تھی،اس لئے انہوں نے راہِ فرار اختیار کی اور دوسری جانب الزام مولانا چاند پوری پر لگا دیا گیا،پھر ہمارے اس دعوے کی دوسری شہادت یہ بھی دیکھیں کہ پھر مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واپس جا کر فاضل بریلی کو ہی انکا یہ فرار خط کے ذریعے یاد دلایا۔

نقل صحیفہ قدسیہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدّ فیوضہم العالیہ چاند پوری مدرسِ اوّل مدرسہ امدادیہ دربھنگہ مع تمہید سوالات بنام مولوی احمد رضا بریلوی جس کے جواب سے خان صاحب نے سکوت اور مناظرہ سے گریز کیا!!

باسمہٖ تعالیٰ حامدًا ومصلّیًا ومسلّمًا

بمطالعہ مولوی احمد رضا خاں صاحب

السلام علی من اتبع الهدیٰ!

آپ نے جو اکثر بدعاتِ مروّجہ کے مسنون ومستحب ومباح ہونے میں عرق ریزی فرمائی ہے، اس کا اجر تو اللہ ہی مرحمت فرمائے گا، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی وجہ سے امت میں بڑا فتنہ برپا ہوگیا، جن مسلمانوں کو حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ و جناب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعدہٗ ائمۂ مجتہدین ومحدثین واولیاء وصلحائے امت رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے ہزار محنت وجانفشانی زمرۂ اسلام میں داخل کیا تھا ان کی کیا بلکہ اخیارِ امت کی تفسیق وتضلیل وتکفیر میں آپ نے وہ کوشش فرمائی کہ اپنے نزدیک تو گویا دوزخ کو بھر ہی دیا ہے، قبیح سے قبیح بدعت کو بھی آپ نے اور آپ کے گروہ نے سنّت ہی کر کے لوگوں کو دکھلایا، جن موقع سے بدعت بہزار دقت اٹھی تھی، وہاں بہزار جانفشانی آپ کی جماعت نے ترویج کی کوشش کی، علماء وصلحائے امت پر بہتان باندھے، انھوں نے جو مسائل بیان فرمائے تھے ان کے نہایت ہی بدنما، متوحش عنوانات عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو علمائے اسلام سے متنفر کیا، حضرات علمائے کرام میں سے کسی نے تو آپ کو قابلِ خطاب نہ سمجھا، کیونکہ آپ کے گروہ کی تحریرات میں جیسے فحش الفاظ اور بدتہذیبی اور دور از کار باتیں ہوتی ہیں وہ آپ کی تحریرات اور تحفۂ حنفیہ کے پرچہ سے ظاہر ہے، کسی نے اس کو موجب ترقیٔ درجات خیال کیا، کسی نے باعثِ کفارۂ سیئات، کیونکہ اظہارِ حق کے واسطے پہلی تحریرات بالکل کافی ہیں، اسی کی وجہ سے آپ کو بھی دھوکہ ہوگیا کہ اب میرا مدمقابل کوئی نہیں، آپ بھی خوب کھیل کھیلے، ادھر بہت سے عوام اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو روزِ جزا پر موقوف ہے اور یہاں بھی اس کو اختیار ہے، مگر فقط عوام اور بعض خاص کالعوام کے رفع اشتباہ کے واسطے بندہ نے آپ سے ایک مفصل تقریری گفتگو کا ارادہ قطعی کر لیا ہے، **واللہ تعالیٰ ھو المستعان۔** اگر آپ میں کوئی شائبہ بھی حقانیت اور للّٰہیت کا ہے اور اپنے دعوے میں کچھ بھی صدق ودیانت رکھتے ہیں تو بندہ نے جو امورِ مختلفہ کی نسبت یہ چند سوالات بطورِ چند مقدمات کے پیش کیے ہیں جن کا طے ہونا مسائل مختلفہ سے پہلے ضروری ہے، خدا کے واسطے اس کا جواب دیجیے، اگر آپ ان کا جواب اپنی تحریرات میں دے چکے ہیں تو ہر سوال کے جواب کا حوالہ بقید کتاب وصفحہ ومقدارِ عبارت بیان ہو اور تمام کتابوں کو بذریعہ ویلیو بندہ کے پاس بھیج دیجیے اور اگر یہ بھی نا ہو سکے تو اپنی جماعت میں سے ایک دو دس بیس کو حکم دیجیے کہ وہ سب مل کر ان سوالات کا جواب دیں اور آپ ان کو بغور ملاحظہ فرما کر آخر میں اپنے دستخط فرمائیں کہ ان تمام جوابات کو ہم نے بغور دیکھا ہے یہ

نہایت صحیح ہیں، ہم ان کی صحت کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ بندہ بہر صورت آپ ہی کو مخاطب بنائے گا، پھر بندہ آپ سے گفتگو کو حاضر ہے، لکھنؤ دہلی صدر مقام ہے، نا میرا گھر، نا آپ کا، جونسی جگہ تجویز ہو مطلع فرمائیے، حتی الوسع تمام ہندوستان کے گلی کوچہ میں اس گفتگو کی خبر شائع کرنا بندہ کا کام ہے، تا کہ تمام مسلمانوں کو حق و باطل روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے، اگر یہ بھی آپ کو بوجہ تعلّی و تشخّص کے پسند نہ ہو تو آپ اپنے مجمع میں سے جس شخص کو چاہیں منتخب فرمائیں، اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہو، بندہ اس سے بھی گفتگو تقریری کو مستعد ہے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اول ایک ہی مسئلہ میں اس شخص سے گفتگو ہو جس کو آپ منتخب فرمائیں، اگر وہ بعون اللہ تعالیٰ مجھ سے مغلوب ہو تو پھر آپ گفتگو کے واسطے مستعد ہو جائیے، غرض ہر تقریر و تحریر کے آپ ذمہ دار ہوں گے اور میرا مقصود فقط آپ سے ہی گفتگو کرنا ہے اور اگر یہ تمام امور منظور نہ ہوں تو پھر آپ تحریر فرمائیے کہ آپ سے گفتگو تقریری کرنے کی کیا صورت ہے، اگر میری تحریر میں کوئی امر ایسا ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ گفتگو کرنی منظور نہیں، آپ کی طرح فقط لوگوں ہی پر ظاہر کرنا منظور ہو تو اس سے مطلع فرمائیے، گویہ امر ظاہر کرنا ضرور نہ تھا، مگر فقط اس وجہ سے کہ مجھ کو واقعی ایک بہت بڑی فیصلہ کن تقریری گفتگو آپ سے منظور ہے، یہ عرض کرتا ہوں کہ میں وہی شخص ہوں کہ پٹنہ میں جو آخری وعظ جدوہ کا آپ بیان فرما رہے تھے اور کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا اور بندہ نے کھڑے ہو کر اس مجمع میں آپ سے زبانی گفتگو کی درخواست کی تھی اور اہلِ مجمع نے دس منٹ کے بعد جواب کا وعدہ کیا تھا، پندرہ بیس منٹ کے بعد بندہ پھر کھڑا ہوا اور دوبارہ گفتگو کی درخواست کی، پھر بھی وہی جواب ملا، بعدہٗ آپ دعا مانگ کر تشریف لے گئے اور زبانی گفتگو سے گریز کیا، آپ یاد کیجیے کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ میں وہی شخص ہوں کہ جو اس وقت بھی آپ سے گفتگو کو آمادہ تھا کہ جب بالکل آپ کا مجمع تھا اور اب تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں اس طرف کے بھی ہوں گے، اسی دن آپ کی حقانیت کی حقیقت کھل جاتی، مگر خدا کو منظور نہ تھا، اب ان شاء اللہ یہ موقع ہے جس سے یہ امید اظہارِ حق کی ہے، بشرطیکہ آپ اس دفعہ کی طرح پہلوتہی نہ فرمائیں، جواب کے واسطے اور رجسٹری کے واسطے ٹکٹ جاتا ہے، آپ ہفتہ کے اندر مشورہ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں کہ ان سوالات کا جواب خود دیں گے یا دوسرے سے دلوا دیں گے تو کب تک یا مناظرہ ہی منظور نہیں، صاف جواب مرحمت ہو، واضح ہو کہ جو امور آپ کی ذات کے ساتھ متعلق ہیں یا جن میں حوالہ کتب کی ضرورت نہیں ان کے علاوہ تمام امور کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ حنفیہ، فقہ و اصولِ فقہ و کلام ہونا چاہیئے، مجددیت سے کام نہ لیا جائے، آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ اپنے فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں، میں ان جلدوں کا نہایت مشتاق ہوں اور بہت کوشش کی، مگر دستیاب نہ ہوئیں، اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کر کے اس مجموعہ کی تمام جلدیں اور علمِ غیب میں جو آپ کا رسالہ ہے ضرور وی پی کر دیجیے۔

اگر آپ نے بندہ سے گفتگو کی تو خدا چاہے آپ کو بھی لطف آجائے گا اور مدت العمر کی چالاکیاں خوب کھل جائیں گی، اگر میری حالت کی پوری تحقیق منظور ہو تو اپنے وزیرِ اعظم مولوی وصی احمد صاحب سورتی سے دریافت کر لیجیے، میں جلسہ پوکھریرا میں بھی آپ سے اور آپ کی جماعت سے مناظرہ کو بالکل مستعد تھا، مگر آپ تو عرب میں شریفِ مکہ کو مرید کرنے تشریف لے گئے تھے، ہاں قاضی عبدالوحید صاحب وہدایت رسول و مولوی وصی احمد صاحب سے دریافت کر لیجیے کہ کیسے مناظرہ سے بھاگے اور چونکہ آپ کی طرف سے دروغ کی اشاعت کا ذریعہ تحفۂ حنفیہ ہے، اس وجہ سے اس دفعہ تحفۂ حنفیہ کا پرچہ بھی بندہ کے نام وی پی کرا دیجیے، تا کہ آپ کی جماعت کا کذب اور افتراء معلوم ہوتا رہے، ورنہ نامعلوم وہ کیا کیا لکھ کر شائع کرے گا، اگر میرے متعلق کچھ اس میں لکھا جائے تو میرا مضمون بھی اس میں شائع ہونا چاہیئے، ورنہ عجز کی

دلیل ہوگی، میں آج سے اس کا خریدار ہوں بشرطیکہ آپ گفتگو کا قصد کریں، ورنہ دو روپے کیوں فضول ضائع کروں، جواب سے جلد مطلع کیجیے، اگر جواب دینا اور مناظرہ کرنا منظور نہ ہو تو میرے سوالات واپس کر دیجیے۔

واللہ ھو المستعان وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ أنیب، واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد رحمۃ للعالمین، وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ خادم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ ۱۴؍محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، یوم دوشنبہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

تمہیدی سوالات

تمہیدی سوالات جو چودہ محرم ۱۳۲۶ھ کو مولوی بریلوی صاحب کے پاس بغرض جواب روانہ کیے گئے اور ان کے جواب سے وہ آج تک عاجز رہے!!

(۱)...... کافر کی کیا تعریف ہے اور اس کی کیا علامت ہے؟

(۲)...... ضروریات دین جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ بالتفصیل بیان ہوں۔

(۳)...... مؤوّل کافر نہیں، وہ کون سی تاویل ہے جس سے کافر نہیں ہوتا اور جس تاویل کا اعتبار نہیں وہ کون سی تاویل ہے؟ اہلِ قبلہ کی کیا تعریف ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو اور تکفیر اہل قبلہ جائز ہے یا نہیں، مذہب اہلِ سنّت کیا ہے؟

(۴)...... اگر کسی کلمہ گو کے کلام میں چند وجہیں کفر کی ہوں اور چند وجہیں اسلام کی تو مذہب اہلِ سنّت والجماعت اور امام صاحب کے موافق اس کو کافر کہیں گے یا مسلمان؟

(۵)...... اگر کوئی ایسے کلام کو معانیٔ کفریہ ہی پر حمل کرے، وہ شخص کیسا ہے؟

(۶)...... اہلِ سنّت والجماعت کی کیا تعریف ہے اور وہ اعتقادات اور عملیات جن کے کرنے یا نہ کرنے سے آدمی اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہو جائے، کیا کیا ہیں اور مدار اہلِ سنّت ہونے کا کیا ہے؟ مفصل بیان ہو۔

(۷)...... اگر کسی مسئلہ میں کوئی امام یا بعض مشایخ یا علمائے محققین میں سے ایک یا دو کسی طرف گئے ہوں اور اکثر یا اقل دوسری جانب ہوں اور علماء بھی کل اہلِ سنّت والجماعت یا مقلدین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں تو اس مسئلہ میں مختلف فیہا کی ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا کافر یا فاسق یا خارج اہل سنّت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو فقط یہی شخص جو آج کل ہمارا معاصر ہے یا متقدمین میں سے جو اس قول کی طرف گئے ہیں، وہ بھی ان القابوں کے مستحق ہوں گے اور ان مسائل میں سے ایک دو بطریق مثال بیان ہوں۔

(۸)...... اشعریہ، ماتریدیہ دونوں گروہ اہلِ سنّت والجماعت میں داخل ہیں یا کوئی اہلِ سنّت سے خارج ہے؟ شق ثانی میں کس مسئلہ کی وجہ سے شق اوّل باوجود اختلاف فی الاعتقاد کے پھر دونوں گروہ اہلِ سنّت والجماعت کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر مدار اختلاف فرق باطلہ واہلِ

سنّت، اختلافِ اعتقادات ہے تو یہاں ایک گروہ باوجود اختلاف کے خارج از اہلِ سنّت والجماعت کیوں نہ ہو اور اگر اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہونے کے واسطے اختلافِ اعتقادات مدار نہیں تو پھر وہ کیا ہیں؟ مفصل بیان ہو اور اشاعرہ اور اشعریہ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو۔

(۹)......کلمہ گو سے اگر کوئی کلام یا فعل ایسا سرزد ہو کہ جس میں (۹۹) وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو اس پر محمول کریں گے جس میں وہ مسلمان رہے یا نہیں؟ اگر اوّل ہے تو اسی طرح (۹۹) وجوہ اہلِ سنّت والجماعت سے نکلنے کی ہوں اور ایک اہلِ سنّت والجماعت ہونے کی تو اس کو بھی اسی پر محمول کریں گے جس میں وہ اہلِ سنّت والجماعت میں داخل رہے یا کسی طرح سے اس کو اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہی کرنا چاہیئے اور جس طرح کہ جب تک امور ضروریہ دین کا منکر نہ ہوگا کافر نہ ہوگا، اسی طرح سے جن امور کی نسبت اہلِ سنّت کا اعتقاد ضروری طور سے ثابت نہ ہوگا اس کے انکار سے بھی اہلِ سنّت والجماعت سے خارج نہ ہو سکے گا یا فرق ہے اور وہ ضروریاتِ اہلِ سنّت کیا ہیں؟ ہاں! جو امور متفق علیہ علمائے اہلِ سنّت ہیں، ان میں بھی ہر واحد کے انکار سے خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہو جائے گا یا اس میں بھی کچھ تفصیل ہے؟ مفصل بیان ہو۔

(۱۰)......جس کسی مسئلہ کی نسبت یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ مسئلہ ماتریدیہ یا اشاعرہ کے موافق یا ان کے درمیان مختلف فیہا ہے اس پر یا اس کے ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شق اوّل میں فقط یہی شخص یا وہ گروہ جس کا یہ مقلد ہے بہ تقدیر اوّل وجہ فرق کیا ہے اور شق ثانی میں اس کو اہلِ سنّت اہلِ سنّت والجماعت سے خارج کہنے والا کون ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۱)......مسائل مختلف فیہا بین الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا درمیان ائمہ محدثین ومفسرین وائمہ مجتہدین فی الدین یا فی المذہب **یا مرجحین** یا مشائخ وعلمائے محققین میں کوئی ایک جانب خطاء وصواب کی متعین ہو سکتی ہے اور ایک کو یقینی غلط یا صحیح کہہ سکتے ہیں یا دلیل کا ماحصل رجحان ہے اور احتمال خطاء وصواب ہر جانب باقی رہتا ہے، ایسے مسائل میں ایک جانب پر عمل کرنے والے کو فاسق یا خارج اہلِ سنّت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتاب بیان ہو اور ان مسائل کی مثال بیان ہو؟

(۱۲)......حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب، حضرت شاہ اسحاق صاحب، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی، مولانا فصیح صاحب غازی پوری، صاحب فتح القدیر، صاحب بنایہ شرح ہدایہ، صاحب ردّ المحتار، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری وجناب مولانا محمد علی صاحب دام فیضہم خلیفۂ اعظم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ لوگ مسلمان اہلِ سنّت والجماعت احناف ہیں اور کیا یہ لوگ مقتدا بنانے کے قابل اور ان کی تصانیف حق اور عمل کرنے کے لائق ہیں یا نہیں؟ یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات فرشتہ ہیں، ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی یا ان کا کلام نعوذ باللہ وحی ہے، بلکہ جیسے اور اکابر دین گذرے ہیں اور مقتدائے اسلام اہلِ سنّت والجماعت ومقلد ہوئے ہیں اور ان کے کلام حجّت میں پیش کیے جاتے ہیں، اپنے زمانے میں یہ لوگ بھی مقتدا اور اہلِ علم اور صلاح وفلاح ہیں یا ان کے عقائد کل کے یا بعض کے کلاً یا بعضاً خراب ہیں، جن سے وہ اسلام یا اہلِ سنّت والجماعت یا گروہِ مقلدین یا احناف سے نکل گئے اور وہ عقائد ومسائل کیا ہیں؟ کل نہیں، ایک ایک دو دو ہی

بیان ہوں، ورنہ ان حضرات کو غیر مقلد وہابی بُرے کلمات کہنے والا کیسا ہے؟ ان کی نسبت آپ کا اعتقاد کیا ہے؟

(۱۳)......مقلد ائمہ اربعہ کی فقہاء نے کیا تعریف کی ہے، بالخصوص حنفی ہونے کے واسطے کس کس امر کی ضرورت ہے، جن کے ترک سے آدمی حنفی نہ رہے اور کیا نہ کرنا چاہیے، جس کے کرنے سے حنفیت سے خارج ہوجائے؟ اگر اس کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ فقہاء نے بیان فرمایا ہو تو وہ بیان ہو اور اگر جزئیات کی تصریح کی ہو تو اس کو بیان کرنا چاہیے، غرض تقلید کی جنس اور فصل اور اس کے لوازم اور شرائط اور خواص مختصہ اور موقوف علیہا اور تعداد موانع جن کے کرنے یا نا کرنے یا ہونے یا نا ہونے سے علماً وعملاً آدمی مقلد نہ رہے وہ بیان فرمائیے۔

(۱۴)......غیر مقلد کا کیا حکم ہے اور تقلید حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز یا فرض، واجب، مستحب، سنّت اور کون سا درجہ کس کے لیے؟ غیر مقلد اور وہابی کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق؟ ہے تو کیا ہے؟

(۱۵)......اگر کوئی غیر مقلد نہ ہو اور اس کو کوئی شخص غیر مقلد اور وہابی کہے تو یہ مفتری کس درجہ گناہ کا مرتکب ہوا؟ تارک نماز، زکوٰۃ، حج، صوم، صدق، دیانت، فرض، واجب، سنّت، مستحب یا گناہِ کبیرہ، صغیرہ، حرام، مکروہِ تحریمی وتنزیہی کے کرنے سے آدمی غیر مقلد ہوسکتا ہے یا فقط تقلید کے ترک یا مذموم جاننے سے غیر مقلد ہوگا؟ غرض کہ غیر مقلد ہونا یا نہ ہونا کسی عقیدہ کرنے یا نہ کرنے پر موقوف ہے یا کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر یا دونوں کے وجود پر یا عدم پر مجتمعاً منفرداً فقہ حنفی یا اصول فقہ سے بیان ہو؟

(۱۶)......جو مسائل نہ امام صاحب کے زمانے میں موجود تھے نہ بعد میں ایک زمانہ تک موجود ہوئے نہ اُس کا حکم فقہ میں مندرج ہوا اور اس صورت کے پیش آنے کے بعد علمائے وقت نے اس کا حکم بیان فرمایا، متفقاً یا مختلفاً اس حکم کے نہ ماننے سے بھی آدمی حنفیت یا تقلید سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟ اور علمائے حنفیہ کا کس قسم کا اختلاف بین المسائل ہے، جس میں کسی جانب پر عمل کرے تو حنفی نہیں رہتا، مثالاً ایک دو مسئلہ بیان فرمایا جائے؟

(۱۷)......شوافع، حنابلہ، مالکیہ کی آراء موافقہ یا مخالفہ حنفیہ کے لیے کلّیۃً جزئیۃً مفید یا مضر ہوسکتی ہیں یا نہیں اور کثرت آراء بھی حکم کی تقویت کرسکتی ہے یا فقط قوت دلیل ہی مفید ہوسکتی ہے، حنفیہ فقہ یا اصول فقہ میں کیا ہے بیان ہو؟

(۱۸)......جو شخص مقلد ہو اس کو اپنے فقہ کے خلاف عمل کرنا یا عقائد میں حنفی کو شافعی کے موافق اعتقاد یا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو ایسے شخص کے لیے کس قدر علم کی ضرورت ہے؟ ایسا شخص کوئی آج کل موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کتنے زمانے سے اور اگر خلاف اپنے فقہ کے عمل نہیں کرسکتا تو ان کے ہی مسائل میں جو اپنے امام سے منقول ہوں یا اس کے متّبعین کے مجتہدات ومتخرجات کا بھی یہی حکم ہے یا نہیں؟ اگر کچھ تفصیل ہے تو بیان فرمائی جائے؟ اگر مسئلہ امام سے منقول نہ ہو اور کتب فقہ میں بھی مندرج نہ ہو ایسے مسئلہ میں اگر علمائے کرام مابعد اختلاف کریں، ایک کے نزدیک مستحسن اور دوسرے کے نزدیک قبیح ہو تو ایک دوسرے کو کافر، فاسق، خارج از اہلِ سنّت والجماعت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ تو متقدمین میں جو اس قسم کا اختلاف ہوا ہے وہ بھی موجب تکفیر وغیرہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟

(۱۹)......ادلۂ شرعیہ قرآن شریف، حدیث شریف، اجماع، قیاس حسب تصریحات اہل سنّت انہیں چار میں منحصر ہیں اور جو امور بظاہر ان کے علاوہ معلوم ہوتے ہیں وہ انہیں میں مندرج ہوتے ہیں یا واقع میں ان سے علاحدہ امور بھی ہیں؟ شق ثانی میں حصر کے کیا معنیٰ؟

پھر ادلہ من حیث الثبوت والدلالۃ کے اقسام واحکام بھی بیان فرمائے جائیں؟

(۲۰)...... الہام حجتِ شرعی ہے یا نہیں؟ الہام وکشف ایک ہی امر ہے یا دو؟ بزرگانِ دین کو جو امور منکشف ہوئے اُن کا اعتقاد مثل ادلۂ شرعیہ کے احکام کے رکھنا یا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بتقدیرِ عدمِ موافقت الہام وکشف کے امورِ شرعیہ یا ادلۂ شرعیہ یا تصریحاتِ فقہاء یا علمائے اصول یا ائمۂ کلام کو اس کا اعتقاد یا اُس پر عمل کیسا ہے؟

(۲۱)...... کسی عمل میں اگر کسی بزرگ کو یا اکثر بزرگانِ دین کو باتفاق یا اختلاف کوئی نفع دینی یا دنیوی معلوم ہو تو تمام امت پر اس کا عمل یا اعتقاد لازم ہے یا خاص اس کے معتقد یا مرید پر؟ اعتقاد نہ کرنے والا یا اس کو ضروری نہ سمجھنے والا یا عمل واعتقاد کو جائز سمجھ کر عمل نہ کرنے والا اس کو خلافِ مصلحت یا باعث فتنۂ عوام سمجھ کر روکنے والا یا بوجہ دیگر امورِ نامشروعہ کے مل جانے کے قبیح لغیرہٖ کہنے والا کیسا ہے؟

(۲۲)...... جیسے مسائل شرعیہ مقلد فیہا میں اپنے امام مقتدا کے جس کے ہم مقلد ہیں اور پیروی کرتے ہیں دلیل دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح سے ہر بزرگ کے کلام اور الہام پر عمل کر سکتے ہیں اور اس کا تسلیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ پھر قولِ بزرگ میں مطابقت اپنے امام سے یا فقہ حنفیہ سے شرط ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دوسرے مجتہد کے کلام پر بھی ایسے ہی عمل کر سکتے ہیں یا نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟ اور بزرگ میں بھی شرط ہے کہ وہ اپنے ہی امام کا مقلد ہو یا نہیں؟ بلکہ جس امام کا بھی مقلد ہو اس کے کلام پر عمل کرنا ضروری یا جائز یا مستحسن ہے؟ اگر کوئی تخصیص نہیں تو ہر عالم کے کلام پر عمل کرنے میں بھی یہی تعمیم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟ اگر تعمیم ہے تو غیر مقلدی اور اس تقلید میں فرق کیا ہے؟

(۲۳)...... اولیاء کے بعض کلام جو بظاہر مخالفِ شریعت ہوتے ہیں اور معارف اور حقائق جن کے عامۂ مومنین مکلف نہیں ہوتے ہیں اور وہ امور ان کے فہم سے خارج ہوتے ہیں اور بعض خاص حالت سے متعلق ہوتے ہیں، عموم پر جاری نہیں ہوتے اور بعض متشابہ جن کے فہم سے اور لوگ قاصر ہوتے ہیں اور بعض ان کے اضداد ہوتے ہیں یہ اقسام بزرگانِ دین کے کلام میں پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک کا شعار اور علامت اور اس کا حکم بیان ہو؟ اور پیروں کے ساتھ نبی ﷺ کا سا معاملہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ نہیں تو اس کا کیا حکم ہے جو ایسا عمل یا اعتقاد رکھے؟

(۲۴)...... آج کل ہندوستان کے موجودہ علماء میں سے اگر کوئی شخص خلافِ فقہ حنفی عمل کرے یا ایسے مسئلہ میں جس کا حکم بالصراحۃ فقہ حنفیہ میں موجود ہو، احادیث وغیرہ سے اس حکم کے مخالف حکم بیان کرے تو وہ شخص غیر مقلد ہوگا یا نہیں؟ پھر اس کا حکم کیا ہے؟ اور اس استنباط کی ہر عالم کو اجازت ہے یا نہیں یا بعض کو؟ شق ثانی میں وجہِ تخصیص کیا ہے؟

(۲۵)...... درجۂ اجتہاد کب سے موقوف ہوگیا؟ علیٰ ہذا القیاس **موجحین** بھی کب سے نہیں؟ آج کل کے علماء پر تقلید شخصی مثل عوام کے ضروری ہے؟ اور جواب مسئلہ میں فقط روایاتِ متعبرہ وفقہ ہی کو بیان کرنا چاہیئے تو درصورت عدمِ تصریح حکم کیا کرنا چاہیئے یا تقلید فرض نہیں اور ہر شخص اپنی رائے وسمجھ کا مکلف ہے تو پھر عوام کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲۶)...... جو شخص خود بلا ضرورت اپنی ہوا وہوس وغرض کے مطابق بعض مسائل میں فقہ حنفیہ کے خلاف کرے اور دوسروں کو ایسا فعل کرنے سے غیر مقلد یا وہابی کہے تو اس کا حکم کیا ہے؟

(۲۷)......اس وقت میں اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش آئے جس کا حکم فقہ حنفی میں موجود نہ ہو تو علمائے وقت کو کیا کرنا چاہیئے، اگر اجتہاد کا حکم ہے تو فقط اسی صورت میں یا دوسرے مسائل میں بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہر ایک عالم کا اجتہاد دوسرے عالم یا عوام پر حجت ہے یا نہیں؟ بلکہ ہر شخص اپنی رائے کا پابند ہوگا؟

(۲۸)......جن مسائل میں علمائے وقت مختلف ہوں، بعض جائز فرمائیں بعض ناجائز، ایسی صورت میں عوام کو کیا کرنا چاہیئے؟ ان کو امتیاز حق و باطل کا کیسے ہو؟ یا جس کو چاہیں اختیار کرلیں؟ ہر صورت میں ماجور ہوں گے؟

(۲۹)......مجدد ہر سو برس کے بعد ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر (حاشیہ نمبر ۱) ہے تو اس کے شرائط ولوازم وموانع بیان ہوں، اس کی تعریف اور علامات کیا ہیں اور وہ تجدید دین کس طرح کرتا ہے، تمام دنیا میں مجدد ایک ہوتا ہے یا متعدد اور فقط اہل سنت والجماعت ہی میں ہوتا ہے یا دوسرے فرق میں بھی اور ابتداء سو کی کس وقت سے کی جائے گی؟ اس وقت کس قدر مجدد ہوئے ہیں؟ انھوں نے کیا دین کی تجدید فرمائی؟ ایک مجدد کو دوسرے کا حال معلوم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مجدد کو اپنی مجددیت کا علم ضروری ہے یا نہیں؟ اِس صدی کا مجدد کون ہے؟ آپ ہیں یا کوئی اور؟ شق ثانی میں جو لوگ آپ کو مجدد ملۃ حاضرہ لکھتے ہیں یہ اُن کا خیال صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو آپ نے بذریعہ تحریر عام کے تغلیط فرمائی یا نہیں؟ اور غیر مجدد کو مجدد کہنا یا کہلوانا جائز ہے یا نہیں؟

حاشیہ نمبر ۱: اگر ہونا ضروری نہیں، گو ہو سکتا ہے، تب بھی امور مذکورہ کے بیان کی ضرورت ہے۔

---

(۳۰)......اگر غیر مجدد کو مجدد کہنا جائز ہے تو غیر عالم کو عالم اور بدعتی وحامیٔ سنّت اور فتنہ پرداز اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مسلمانوں کے روپیہ کھانے والے کو حامیٔ سنّت ماحی الفتن عالم وغیرہ تعظیمی الفاظ لکھنے اور اُن کی تعظیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس پر جو اہلِ ندوہ پر حکم جاری کیے گئے ہیں جاری ہوں گے یا نہیں؟

(۳۱)......واجب بالذات، ممتنع بالذات، ممکن بالذات میں حصر عقلی ہے یا نہیں؟ ایک قسم کا انقلاب دوسرے کی طرف ممتنع بالذات ہے یا نہیں؟ واجب بالذات یا ممتنع بالذات کسی موجود کا جزو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳۲)......جس قدر ممکن بالذات ہیں قدرتِ باری میں داخل ہیں یا نہیں؟

(۳۳)......کسی ممکن بالذات کو قدرتِ الٰہیہ سے خارج مان لینا مستلزم انکارِ الوہیت کو ہے یا نہیں؟

(۳۴)......ہر واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کا ممکن بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳۵)......شریعت میں کوئی چیز واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر ہے یا نہیں؟ ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات عدمِ فعلیت میں دونوں برابر ہیں یا نہیں؟ اوّل داخل قدرت، ثانی خارج عن القدرت ہے یا نہیں؟ قدرت کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۳۶)......جو واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگا اس کا قدرت سے خارج ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو خارج عن القدرت ہوگا اس کا بھی ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳۷)......ہر واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر باوجود ضرورت وقوع یا عدم فعلیت کے داخل قدرت ہے یا نہیں اور جانب مخالف مقدور ہے یا نہیں؟

(۳۸)......علمائے کلام کے کلام میں واجب بمعنیٰ واجب بالذات و بالغیر اور ممتنع بمعنیٰ ممتنع بالذات و بالغیر آیا ہے یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو فقط لفظ واجب و ممتنع بالذات پر محمول ہوگا یا بالغیر پر یا محتاج قرینہ ہوگا؟

(۳۹)......قدرت کے دو معنیٰ ایک صفتِ قدیمہ جو ضد عجز ہے اور جمیع ممکنات کو شامل ہے اور دوسرے بمعنیٰ تقدیر جو ممتنعات بالغیر کو شامل نہیں، کتب شرعیہ میں مستعمل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو قدرت ان معانی میں مشترک ہے یا حقیقت و مجاز؟ پھر کون حقیقت ہے اور کون مجاز، مدلّل بیان ہو؟

(۴۰)......صفاتِ باریٔ تعالیٰ واجب بالذات ہیں تو تعدّدِ وجباء کا کیا جواب ہے؟ اور اگر ممکن بالذات ہیں تو ہر ممکن کے لیے حادث اور مخلوق ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان کا خلق بالاضطرار ہے یا بالاختیار؟ اگر بالاضطرار ہے تو اوّل تو یہ مذہب کس کا ہے؟ دوسرے شانِ باریٔ تعالیٰ کے مناسب ہے یا نہیں؟ تیسرے ان کے صدور پر جابر کون ہے؟ اگر بالاختیار ہے تو اوّل تو حدوث دوسرے علم سے پہلے علم، قدرت سے پہلے قدرت، علیٰ ہٰذا القیاس دور یا تسلسل لازم آئے گا یا نہیں؟ تیسرے قیامِ حوادث بذاتِ واجب تعالیٰ لازم آئے گا یا نہیں؟ محل حادث خود حادث ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب بالذات ہیں، ممکن بالذات اور لاعین لاغیر کہا جائے تو حصر مواد باطل دوسرے اجتماع و ارتفاع نقیضین دونوں بظاہر لازم آئے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو مجددیت کی شان کے ساتھ نہایت متانت کے ساتھ بیان فرمایا جائے کہ جو اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب ہے صحیح ہو جائے اور شکوک و شبہات بھی دور ہو جائیں؟

(۴۱)......واجب کی ہر ایک صفت بسیط ہے یا کل یا بعض مرکب بھی ہے، کلام باریٔ تعالیٰ لفظی اور نفسی دونوں ہیں یا فقط ایک؟ پھر وہ کیا ہے، لفظی حادث و غیر قائم، بذاتہٖ تعالیٰ و مرکب؟ اور نفسی بسیط قائم بذاتہٖ ازلی قدیم ہے یا اس کے سوا کوئی اور تحقیق ہے؟ کلام لفظی صفاتِ حقیقیہ محضہ سے ہے یا صفاتِ افعال سے اس کو صفت کہنا باعتبارِ خلق خاص ہے قیام یا عینیت یا لاعین ولاغیر صاف بیان ہو، علیٰ ہٰذا القیاس کذب و صدق متکلم کا کس قسم میں داخل ہے؟

(۴۲)......کلام لفظی کو کلام باری کہنا حقیقتاً ہے یا مجازاً ہے؟ اور اگر مجازاً ہے تو قرآن کی تعریف جو اصولِ فقہ میں مذکور ہے اور علمِ کلام میں جو اس کا حکم بیان فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس تقدیر پر قرآن شریف کو کلام باری نہ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ اگر حقیقی ہے تو باوجود اور کلاموں کے اس صفتِ خلق میں مشارک ہونے کے ان کو کلام باری نہ کہا جائے اور قرآن شریف کو کلام باری کہا جائے، وجہ فرق کیا ہے؟

(۴۳)......کلام لفظی باریٔ تعالیٰ میں اور کلام لفظی انسان میں مادہ حروف ہجا ہے یا وہاں کچھ اور؟

(۴۴)......قدرت مجموعہ کلام پر مستلزم قدرت علیٰ اجزاء کو ہے یا نہیں؟ قدرت علی الاعلیٰ مستلزم قدرت علی الادنیٰ کو ہے یا نہیں؟

(۴۵)......ممتنع بالذات کی علامت اور پہچان کہ جس کے صادق آنے سے اس کے مصداق کو ممتنع بالذات کہہ دیا جائے، ہے یا نہیں، اگر ہے تو بیان ہو؟

(۴۶)......دو شئے میں باوجود اتحاد بالذات کے تغایر امکان بالذات اور امتناع بالذات کا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۴۷)......مرکب کا وجود باعطائے وجود اجزاء ہوتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ وجود فقط کل کا ہو اور اجزاء کلاً یا بعضاً معدوم ہوں؟

(۴۸)......صدق وکذب کی تعریف اور ہر ایک کی علّت تامّہ کیا ہے؟

(۴۹)......صدق وکذب کلام کی ذاتیات سے ہے یا لوازم ذات یا وجود سے کہ جو اپنے ملزوم سے جدا نہ ہو سکے یا عوارض منفکّہ سے ایک ہی کلام باعتبار دو وقتوں کے اختلاف محکی عنہ کی وجہ صدق اور کذب میں مختلف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۵۰)......امکان علّت مستلزم امکانِ معلول کو ہے یا نہیں؟ معلول ممتنع بالذات ہو اور علّت تامّہ ممکن بالذات ہو، یہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۵۱)......صاحب مواقف کا **یمتنع علیه الکذب اتفاقًا** فرمانا اس امتناع سے مراد بالذات ہے یا بالغیر؟ اگر بالذات ہے تو صاحب عمدہ ومسائرہ کا نقلِ اختلاف کیسا؟ اس میں کس کا کلام صحیح ہے؟ پھر صاحب عمدہ اور صاحب مسائرہ میں کس سے غلطی ہوئی؟ صاف تحریر فرمایا جائے بحوالہ کتب کلامیہ؟

(۵۲)......محقق دوّانی نے جن حضرات کا مذہب جواز خلف فی الوعید لکھا ہے اس جواز سے مراد امکانِ وقوعی ہے یا ممتنع بالغیر ہے (**یُعَدُّ کرمًا**) کی دلیل کیسے صحیح ہوگی۔ کیونکہ عدمِ وقوع یقینی ہے اور اگر مراد امکانِ وقوعی ہے تو ان قائلین کو کافر یا فاسق خارج از اہلِ سنّت والجماعت کیا کہا جائے گا؟ محقق دوّانی نے ان کی نسبت کیا کہا ہے؟

(۵۳)......محقق دوّانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعید لازم نہ آئے، یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو، یہ امر آخر ہے، لیکن ان کی تاویل سے اس شخص کا مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا، فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوعِ کذب کا قائل ہو کر کافر ہوا یا نہیں؟

(۵۴)......علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو تحیّر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن وقبح عقلی میں نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوعِ کذب کے قائل ہوئے یا نہیں، ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ نے جو اس کلام کی تاویل المعتمد المستند کے اندر کی ہے، آپ کی شانِ مجددیت، علم وفضل سے نہایت مستبعد ہے، مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو، تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا، استحالہ کذب متفق علیہ ہو اور فرق فقط دلیل کا ہو تو اس تقدیر پر جو معتزلہ نے کلامِ نفسی پر شبہ وارد کیا ہے اس کا جواب کیا ہوگا؟ غور سے جواب دیا جائے، اگر عبارت مسائرہ سے ان اکابر اشاعرہ کا مطلب فعلیتِ کذب ثابت ہو، تب یہ اکابر اشاعرہ کافر فاسق کیا ہوئے؟

(۵۵)......خداوند جلّ وعلا شانہٗ جو اپنے وعدوں اور وعیدوں کو پورا کرے گا وہ بالاختیار یا بالاضطرار؟ اگر بالاختیار ہے تو اختیار کے معنیٰ بیان فرمائے جائیں؟

(۵۶)......جن لوگوں کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ہرگز ایمان قبول نہ کریں گے ان کا مومن ہونا ممکن بالذات اور باوجود ممتنع بالغیر ہونے کے داخلِ قدرت ہے یا نہیں؟

(۵۷)......علمِ باریٔ تعالیٰ میں علم تابعِ معلوم ہے یا معلوم تابعِ علم؟ پہلے علمِ خداوندی متحقق ہوتا ہے پھر معلوم اس کے مطابق متحقق ہوتا ہے یا پہلے معلوم متحقق ہو جاتا ہے، اس کے مطابق علم ہوتا ہے؟

(۵۸)......کلام میں پہلے صدق اور کذب محقق ہوتا ہے یا عدمِ موضوع یا اتصافِ موضوع بنقیض المحمول اور **بضدّہٖ** اور تقدم کیسا ہے؟

(۵۹)......صدق اور کذب صفت کلام کی ہے یا محکی عنہ کی؟ یہاں حصر اضافی باعتبار محکی عنہ اور کلام کی ہے نہ اعتبار متکلم کے؟

(۶۰)......صدق اور کذب کلام باریٔ تعالیٰ اور کلام بشر دونوں میں ہم معنیٰ ہیں یا کچھ فرق ہے تو بحوالہ کتاب بیان ہو؟

(۶۱)...... جیسے اتصافِ موضوع بالفعل بنقیض المحمول یا بضد ہ یا امکانِ سلب المحمول عن الموضوع مستلزم امکانِ کذب کلام جزئی موصوف کو ہوگا یا نہیں؟

(۶۲)......جمیع مومنین کو خالداً اور مخلداً جہنم میں داخل کرنے پر قدرت ہونے اور جمیع کفار کو خالداً مخلداً جنت میں داخل کرنا مقدور رہونا، اگر چہ ہر گز ہر گز ہم ہر گز کبھی نہ ہوگا، بلکہ مومنین جنت میں اور کفار دوزخ میں خالدً او مخلدً ا رہیں گے، لیکن اگر چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے، اگر چہ ہر گز نہ چاہے گا اس میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا کچھ اختلاف ہے یا نہیں؟ اگر اختلاف ہے تو کیا اور حق کس کی جانب ہے اور آپ کا کیا مذہب ہے اور عقیدہ مذکور کا معتقد کون ہے؟

(۶۳)...... باریٔ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، اس وجوب سے کیا مراد ہے بالذات یا بالغیر؟ اگر بالذات ہے تو کیا مطلب ہے اور تقریر مذہب کس طرح اور اگر واجب بالغیر ہے تو کیا مطلب ہے؟

(۶۴)......واجب عقلی شرعی، عادی علی ہذا القیاس ممتنع ان کی تعریفیں اور احکام بھی جدا گانہ فرمائیے اور یہ کہ فعل باریٔ تعالیٰ واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر عقلی، شرعی، عادی سب داخلِ قدرت اور ممکن بالذات ہی کی قسمیں ہیں کوئی ان میں سے خارج عن القدرت اور واجب بالذات اور ممتنع بالذات کی قسم سے بھی ہے، غرض ان کی تعریفات اور ہر قسم کی دیگر اقسام سے نسبت صاف بیان ہو؟

(۶۵)......انسان اشرف المخلوقات ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اشرف المخلوقات کون ہے؟

(۶۶)......انسان نوع ہے کہ نہیں؟ نوع کے افراد متحد بالذات ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟

(۶۷)......ایک انسان کی نظیر ومثال انسانیت واوصافِ مختصہ بالانسانیت میں دوسرا انسان ہی ہوگا، جو اس کے ساتھ متحد بالذات ہے یا دوسری نوع کا فرد بھی کسی انسان کی نظیر ومثالِ مذکور بن سکتا ہے؟ نظیر الشئ ومثال الشئ کی تعریف وشرائط بیان ہوں؟

(۶۸)......کسی انسان کی نظیر ومثال میں اتحادِ زمانہ بھی شرط ہے کہ نہیں؟ اگر شرط ہے تو جس قدر افرادِ انسان گذر چکے ہیں وہ سب ممتنع النظیر ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ امتناع بالذات ہے یا بالغیر؟ اور یہ امتناعِ نظیر قابل مدح ہے یا نہیں؟ اگر اتحادِ زمانہ شرط نہیں تو وہ امتناعِ نظیر جو موجب مدح ہے کون سا ہے، اس کی کیا تعریف ہے؟ مفصل بیان فرمائیے؟

(۶۹)......ایک نوع کے بعض افراد ممکن وموجود اور بعض ممتنع بالذات ومعدوم ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو تبدلِ ذات لازم آتا ہے یا نہیں؟

(۷۰)......امر ممکن کی نظیر ممکن بالذات ہی ہوگی یا ممتنع بالذات بھی ہو سکتی ہے؟

(۷۱)......کسی کلی ممکن کے افراد کی نسبت قدرتِ باریٔ تعالیٰ متناہی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۷۲)......کسی کلی ممکن کے افراد موجود کسی مرتبہ پر جا کر بقیہ افراد ممتنع بالذات ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷۳)......قدرتِ باری غیر متناہی ہے اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک، اس کا کیا مطلب ہے؟

(۷۴)......کوئی مخلوق ایسی بھی ہے کہ قدرتِ باریٔ تعالیٰ میں اس کی نظیر داخل نہ ہو؟ وعدۂ باریٔ تعالیٰ یا عدمِ مشیت ایزدی امر آخر

ہے، گفتگو نفس قدرت میں ہے، اگر قدرتِ باریٔ تعالیٰ کسی مخلوق کی نظیر پیدا کرنے سے عیاذاً باللہ عاجز ہے تو اس کی وجہ نظیر کی ذات ہے یا کوئی امر آخر خارج عن الذات؟ اگر ذات ہے تو ذی نظیر کیسے موجود ہوا اور اگر امر خارج عن الذات ہے تو وہ نعوذ باللہ نقصانِ قدرت ہے یا کیا؟ پھر یہ امتناع بالغیر ہے یا بالذات؟

(۷۵)......کسی کلی ممتنع بالذات کا کوئی فرد موجود ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی مخلوق سوائے ممکن کے ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۷۶)......جمیع انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام افرادِ انسانی متحد بالذات ہیں یا مختلف الماہیات؟

(۷۷)......اگر مختلف الماہیات ہیں تو وہ ماہیاتِ مختلفہ کلیات ہیں یا نہیں؟ اگر کلیات ہیں تو کلی کی کس قسم میں داخل ہیں؟ واجد الواحد مع امکان الغیر اَو اِمتناعہٖ میں یا اور کسی میں اور پھر امتناع افرادِ آخر بالذات ہے یا بالغیر اور کلیات نہیں تو تشخصات و وجود ہر واحد عین ذات ہیں یا نہیں؟

(۷۸)......واجب تعالیٰ کی نظیر ممتنع بالذات ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی علت کیا ہے؟ اگر کسی اور شئے کی نظیر ممتنع بالذات ہوگی تو اس کی علت بھی یہی ہوگی جو واجب کی نظیر میں پائی جائے گی یا کوئی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے جو واجب کی نظیر میں نہ پائی جائے؟

(۷۹)......جس کی نظیر ممتنع بالذات ہو اس کا واجب بالذات یا ممتنع ہونا ضرور ہے یا نہیں؟

(۸۰)......انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے جملہ کمالات اور اوصافِ حمیدہ اور ان کا کسی زمانہ کے اندر موجود ہونا یہ تمام امور **کلاً** یا بعضا ذاتیاتِ نبی یا نبوت یا ان دونوں کے لوازمِ ذات یا لوازمِ وجود سے ہیں یا عوارض منفکہ سے یا تفصیل ہے؟

(۸۱)......جو شخص اس امر کا قائل ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ اشرف المخلوقات، سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا، نہ ہے اور نہ ہوگا، یہ مسئلہ باجماعِ امت ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور اس معنیٰ کے اعتبار سے ختمِ نبوت بھی آپ کے لیے باتفاقِ امت متحقق و ثابت ہے، مع ہٰذا اگر ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ختمِ نبوت کے معنیٰ نبوت بالذات کے لیے جائیں کہ آپ کی نبوت بالذات ہے تو وجودِ نبی بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے اگر چہ ہرگز کبھی نہ ہوگا، منافی خاتمیت بمعنیٰ مذکور کے نہیں ہے (گو آپ ﷺ کے بعد نبی کا قائل باتفاقِ امت کافر ہے، اس واسطے کہ منکرِ ختمِ نبوت زمانیہ کا ہوا جو باجماعِ امت ثابت ہے) یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ہے، اگر کافر نہیں تو اس کو کافر کہنے والا کون ہے؟

(۸۲)......قرآن شریف کے لیے ظہر و بطن جو حدیث میں آیا ہے اس کے کیا معنیٰ؟ اور باطنی معنیٰ کے وقت ظاہری معنیٰ بھی مراد لیتے ہیں یا وہ متروک ہوتے ہیں؟ حدیث کے واسطے بھی ظہر و بطن ہوتا ہے یا نہیں؟

(۸۳)......وہ باطنی معنیٰ کیوں لیے جاتے ہیں؟ ان کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور ان معنیٰ کے واسطے کس علم کی ضرورت ہے؟ ان معنیٰ کی صحت کے کیا شرائط ہیں، مفصل بیان ہوں؟

(۸۴)......کسی حدیثِ صحیح کو خواہ مخواہ ترک کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی حدیثِ صحیح بظاہر دوسری حدیثِ صحیح یا آیت کے متعارض ہو تو تعارض قائم کر کے ایک کو ترک کرنا چاہیے یا ایسے معنیٰ لینا مناسب ہیں جو تعارض باقی نہ رہے، حنفیہ کا اس میں کیا مسلک ہے بحوالۂ کتاب بیان ہو؟

(۸۵)......کسی حدیث کو اگر بوجہِ ظاہری تعارض کے کسی نے متروک کیا ہو تو کیا جب اس کے معنیٰ صحیح بھی بن سکتے ہوں اس وقت بھی وہ متروک ہی رہے گی یا غیر متروک؟ آج کل کے علماء میں اگر کوئی شخص معنیٰ غیر متعارض بیان کرے تو کیا وہ غیر مقبول ہوں گے؟ اگر غیر مقبول ہیں تو کس وجہ سے؟ اس کا ہمارا ہم عصر قریب العہد ہونا وجہ ردّ ہے یا کوئی دوسری وجہ؟

(۸۶)......ایک وقت میں اگر چند افراد ایک کلی کے موجود ہوں اور بعد میں اس کلی کے افراد منقطع ہو جائیں تو وہ تمام افراد خاتمِ زماں ہوں گے اور سب کو خاتم افراد کہہ سکتے ہیں یا بعض کو اور وہ کون ہیں یا کوئی بھی نہیں؟

(۸۷)......تعدّدِ خواتم (۱) خاتمِ زمانی کے منافی ہے یا خاتم بمعنیٰ متصف بالذات کے؟

حاشیہ (۱): یعنی اگر آیت میں خاتمِ زمانی مراد لیا جائے تو اس کے واسطے وجودِ نبی بعد خاتم منافی ہے یا آیت میں خاتم بمعنیٰ متصف بالذات ہو تب بھی وجودِ نبی خاتم منافی خاتمیت مذکورہ کے ہے، ۱۲ منہ

(۸۸)......جناب رسول اللہ ﷺ کے کسی نبی کے امکانِ ذاتی کا قائل اور آپ کے بعد جواز (بمعنیٰ امکانِ ذاتی) نبی کا معتقد بھی منکرِ خاتمیت یا کسی امر قطعی الثبوت کا ہے یا نہیں؟ اگر کافر نہیں تو اس کو کافر کہنے والا کیا ہے؟ آپ کے بعد نبی کا امکانِ ذاتی خاتمیت کو باطل کرتا ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ مستلزم امکانِ کذب باری تعالیٰ **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** کو ہے یا نہیں؟

(۸۹)......جب کوئی شخص آپ کے بعد امکانِ ذاتی نبی کا قائل ہو تو اس عقیدہ کے موافق ایک وقت میں آپ کے بعد دو چار دس بیس نبی بھی ممکن ہوئے اور فرض کرو کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی متحقق نہ ہو تو یہ سب کے سب خواتم ہوں گے یا نہیں؟ اور یہ شخص جو امکانِ خواتم کا بھی قائل ہے کافر و فاسق و خارج از اہل سنّت والجماعت ہو گا یا نہیں؟

(۹۰)......اگر آپ کو نبی بالذات کہا جائے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو نبی بالعرض تو یہ فرق بالذات و بالعرض کا منافی مساوات و مماثلت کو ہے یا نہیں؟ اور اس عقیدہ کے موافق اب کوئی نبی بھی آپ کے مماثل نہ ہو سکے یا جب خاتم کے معنیٰ فقط خاتمِ زمانی کے لیے جائیں اس آپ کی نظیر ممتنع ہوگی؟ شان جناب رسول اللہ ﷺ کے مناسب کون سے معنیٰ ہیں؟ معنیٰ ختمِ زمانی تو متفق علیہ ہے اس پر اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف بالذات بھی ثابت کی جائے تو اس میں رفعتِ شان والا ہے یا نہیں؟

(۹۱)......ہر سلسلہ اوصاف عرضیہ میں متصف بالذات ایک ہی ہوگا یا متعدد بھی ہو سکتے ہیں؟ مدلّل بیان ہو۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ دربارۂ خواتمِ سبعہ صحیح الاسناد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟ اگر ہے تو اس کے کیا معنیٰ؟ اگر آپ معنیٰ صحیح نہ بیان کر سکیں تو کیا وہ حدیث اس وجہ سے غلط ہو سکتی ہے؟ اگر کوئی تصحیحاً للحدیث خاتم النبیین کے معنیٰ متصف بالذات کے اور خاتمِ زمانی جو باجماع ثابت ہے اس کا بھی مقر ہو اور برتقدیرِ صحت حدیث ان خاتمِ سبعہ کو اظلالِ محمّدی کہے تو اس میں کیا وجہ کفر کی ہے؟ بشرطِ صحت اسناد حدیث کو غلط یا متروک کہنا مناسب ہے یا یہ معنیٰ یا کوئی اور معنیٰ یا (یہ مناسب ہے کہ) یہ معنیٰ (مذکور) اختیار کر لیے جائیں یا (کوئی اور شخص) کوئی اور (ایسے) معنیٰ بیان کرے (جو صحیح بھی ہو اور ترکِ حدیث بھی لازم نہ آئے) غور سے بیان ہو؟

(۹۲)......اگر خاتم کے معنیٰ خاتمِ زمانی ہی کے لیے جائیں اور بھی آپ کے زمانے میں طبقاتِ ارض میں فرضاً انبیاء ہوں تو کیا خاتمِ زمانی کے منافی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مدلّل بیان فرمایا جائے؟ اگر نہیں تو وجہ ردّ اثر مذکور کیا ہے؟ اثر مذکور کس آیت یا حدیث کے منافی

ہے؟ استقرارِ شمس کا محل اور جو معنیٰ حدیث میں آئے ہیں وہ صحیح اور معتمد اہلِ سنّت ہیں یا نہیں؟ وہ کسی قطعی دلیل کے منافی ہیں یا نہیں ہیں تو صحیح حدیث کی کیا صورت ہے؟

(۹۳)...... جب کسی حدیث کے معنیٰ بظاہر نہ معلوم ہوں تو اس کو غلط ہی کہنا، یہی قاعدہ کلیہ ہے یا کہیں اس قاعدہ کے خلاف بھی کیا گیا ہے؟ غرض اس بحث کو مفصل بیان فرمائیے؟

(۹۴)...... جب خاتم کے معنیٰ خاتمِ زمانی کے لیے جائیں اور آپ کے بعد کوئی شخص امکانِ نبی کا قائل ہو تو یہ امکانِ نبی مستلزم امکانِ کذب کلام باریٔ تعالیٰ **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا معتقد کافر ہے یا نہیں؟ اور مستلزم امکانِ کذب کلام باری تعالیٰ کو نہیں تو وجودِ نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذب کلام مذکور کو ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جب وجودِ نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذب کلام مذکور کو نہیں تو پھر کلام مذکور کے کذب کی کیا صورت ہے؟ بغور بیان ہو۔

(۹۵)...... اگر کسی کلّی کے کچھ افراد موجود ہو کر منقطع ہو جائیں تو آخر افراد کو خاتمِ افرادِ محققہ کہا جائے گا یا افرادِ محققہ اور مقدرہ دونوں کا خاتم ہے؟

(۹۶)...... اس آخر افراد کو جو وصفِ خاتمِ افراد ہونے کا ملے گا اور کسی وجہ سے ضروری ہو جائے تو بقیہ افراد مقدرہ چونکہ مبطل وصفِ خاتمیت خاتم ہیں، ممتنع بالذات ہوں گے یا ممکن بالذات ممتنع بالغیر؟ اور یہ وصفِ خاتمیت آخر افرادِ محققہ کا ذاتی ہے یا لازمِ ذات یا وجود ہے یا کس قسم کا ہے؟ مفصل بیان ہو؟

(۹۷)...... واجب الوجود کلّی ہے یا جزئی ہے؟ اگر کلّی ہے تو مانع تعددنفس مفہوم ہے ہے تو کلّیت کیسی؟ اور اگر امر آخر ہے تو وہ کون ہے؟ اور منافی وجوب ذاتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جزئی ہے تو فرد ہے یا حصہ ہے یا شخص؟ پھر شخص وغیرہ کے کیا معنیٰ ہیں؟ پھر تشخص اور وجود عین ذات ہے یا غیر؟ نہایت غور سے بیان فرمایا جائے یا جزئی کلّی کچھ نہیں تو پھر کیا کہا جائے اور حصر کلّی وجزئی باطل ہوا یا نہیں؟

(۹۸)...... شریک ونظیر الباری کی حقیقت اگر واجب الوجود ہے یا ذات کے لیے وجود ضروری ہے یا عین موجود ہے تو مثل واجب تعالیٰ کے وہ بھی موجود اور واجب بالذات ہوتا اور اگر اس کی حقیقت واجب الوجود نہیں یا ذات کے لیے وجود ضروری نہیں یا وجود عین ذات نہیں تو وہ شریک ونظیر الباری کیسے ہوگا؟

(۹۹)...... جب ارادۂ باریٔ تعالیٰ کسی شخص کے وجود یا عدم وجود کے ساتھ متعلّق ہو یا ممکن کا احد الطرفین واقع ہو جائے یا احد الطرفین ممکن کے ساتھ وعدہ یا وعید باری تعالیٰ متعلّق ہو تو وہ جانب واجب یا ممتنع بالغیر ہوگی یا نہیں؟ اور باوجود اس وجوب یا امتناع کے امکان باقی رہے گا یا امکان سے خارج ہو کر وجوب امتناع ذاتی تک پہنچے گا؟

(۱۰۰)...... اگر ممکن مذکور ممکن بالذات ہی رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے جس ارادہ اور قدرتِ الٰہیہ سے اس کو وجوب یا امتناع بالغیر عطا فرمایا ہے پھر بھی وہ خداوند کریم باختیار خود اس وجوب وامتناعِ غیری کو اٹھا کر دوسری جانب کو یہ اوصاف مرحمت فرما سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جبر لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ممکنات کا خارج عن القدرت ہونا لازم آئے گا یا نہیں؟ اگر لازم آئے گا تو منافی الوہیت ہے یا نہیں؟

(۱۰۱)...... خداوند کریم وحدہٗ لاشریک ہے **لیس کمثلہٖ شیٔ** ہے، شریک فی الذات وشریک فی الصفات کی تعریف بحوالہ کتاب

بیان ہو، پھر یہ کہ خداوند کریم کے واسطے نفی شریک فی الذات وفی الصفات دونوں ثابت ہیں یا ایک توحید فی الذات اَو فی الصفات دونوں کی ضرورت ہے یا فقط ایک کی؟ کتب کلام کا حوالہ ہونا ضروری ہے۔

(۱۰۲)......ذات وصفات باریٔ تعالیٰ داخل قدرت باریٔ تعالیٰ ہیں یا نہیں؟ باریٔ تعالیٰ اپنی ذات پر تصرف کرسکتا ہے یا کسی صفت کو کسی مخلوق کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا معتقد کہ فلاں صفت باریٔ تعالیٰ کی فلاں شخص میں موجود ہے مشرک ہے یا نہیں؟

(۱۰۳)......جملہ صفات باریٔ تعالیٰ سمع وبصر وقدرت وارادہ اور علم وغیرہ غیر متناہی ہیں یا متناہی؟ اگر متناہی ہیں تو بالفعل یا بالقوہ؟ اگر بالفعل ہیں تو دلائل ابطال تسلسل جاری ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۱۰۴)......کسی بشر کی بھی کوئی صفت دنیا میں غیر متناہی بالفعل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بمعنیٰ لاتقف عند حد بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰۵)......صفات مختصہ باریٔ تعالیٰ کون کون سی ہیں جو بشر میں بالذات یا بالعرض کسی طرح بھی نہ ہوسکیں؟ جو چیز شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ بعض مخلوقات کو ثابت کی جائے تو شرک ہو اور بعض کو ثابت کی جائے تو شرک نہ ہو؟ اگر ہے تو وہ صفت کیا ہے اور وہ بشر کون ہے؟

(۱۰۶)......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کوئی صفت مختصہ خداوندی بالذات یا بالعرض آسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰۷)......جملہ ممکنات میں جملہ صفات بالعرض یعنی باعطائے الٰہی ہیں یا کوئی صفت بالذات یعنی بغیر عطائے الٰہی بھی ہے یا ہوسکتی ہے یا ہوئی ہے؟

(۱۰۸)......کسی ممکن یا کسی بشر یا ولی یا نبی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں میں جملہ صفات خداوندی بالعرض یا بالذات ہیں، موجب کفر وشرک ہے یا نہیں؟

(۱۰۹)......جملہ بنی آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادراکات بالعرض ہیں یا جو اشیائے غائبہ ہیں فقط ان کا ہی بالعرض ہے، یعنی باعطائے باریٔ تعالیٰ اور اشیائے حاضرہ کا بالذات یعنی بغیر عطائے خداوندی؟ اگر کسی علم کی نسبت بالذات کا اعتقاد کیا جائے تو یہ عقیدہ شرک وکفر ہوگا یا نہیں؟

(۱۱۰)......غیب کے کیا کیا معنیٰ ہیں اور کوئی معنیٰ علم غیب کے مختص باریٔ تعالیٰ ہیں یا نہیں؟ فقہاء جس غیب کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کے لیے ثابت کیا جائے تو کفر وشرک ہے، وہ غیب کون سا ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو، اجتہاد اور مجددیت کو دخل نہ دیا جائے، مسلک حنفیہ کیا ہے؟

(۱۱۱)......فقہاء کا یہ مطلب (کہ مختص بالباری تعالیٰ علم غیب بمعنیٰ علم بالذات کے ہے) یعنی اشیائے غائبہ کا علم بالذات اللہ تعالیٰ کو ہے، کسی کے واسطے علم غیب بالذات ثابت کرنا کفر اور شرک ہے نہ بالعرض صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اگر اشیائے حاضرہ کا علم بالذات کسی نبی ولی کو ثابت کیا جائے تو کیا وہ شرک اور کفر نہ ہوگا، جیسے فقہاء نے علم غیب کو بیان کیا ہے ویسے ہی کہیں علم بالشہادہ کو بھی بیان فرمایا ہے جو اولی بالبیان تھا نہیں؟ علاوہ ازیں تمام غائبات کا یہی حال ہے یا کچھ فرق ہے، وجہ تخصیص کیا ہے؟ دوسرے یہ قید کسی کلام میں بالصراحت مذکور بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ تاویل صحیح نہیں تو علم غیب بالعرض غیر اللہ

کے واسطے ثابت کرنے والا بھی کافر ہوگا یا نہیں؟ دوسرے علمِ غیب بالعرض اکثر اولیاء کو بھی اکثر اشیاء کا ثابت ہے پھر تکفیر کا کیا مطلب ہے، بغور بیان ہو؟ یعنی تکفیر بھی اہلِ قبلہ کی ہے کہ جس کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو عالم بالذات خیال کرے گا، فقہاء نے بدگمانی کیوں کی اور وہ بھی جس کی نوبت کفر تک پہنچی؟

(۱۱۲)...... علم بالفعل جمیع اشیاء کا بحیث لایشذ عنھا واحد اور وہ بھی علمِ حاضر جس پر کبھی ذہول اور سہو نسیان طاری نہ ہو، خاصۂ باری تعالیٰ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کو غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟

(۱۱۳)...... علمِ غیب مذکور کی تخصیص بالباری تعالیٰ نہیں تو ہر شخص کو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کسی ہوا بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہر شخص کو نہیں ہوسکتا تو تخصیص بالاولیاء ہے یا بالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا دونوں میں ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو بدرجہ فعلیت بھی آیا ہے یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو وہ افراد کون کون ہیں؟

(۱۱۴)...... علمِ غیب مذکور ذاتیات نبی یا نبوت یا ولی یا ولایت یا خاصہ لازمہ ذات یا وجود سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کسی ولی یا نبی کو یہ رتبہ ہوا اور کسی کو نہیں اور جن کو عنایت ہوا، کب ہوا؟ خصوصاً سرورِ عالم ﷺ کو؟

(۱۱۵)...... یہ اعتقاد کہ فلاں ولی یا نبی یا خصوصاً سرورِ عالم ﷺ کو علمِ غیب بمعنیٰ مذکور عطا ہوا ہے، اوّل تو یہ مسئلہ کس درجہ کا ہے؟ اس کا اعتقاد ضروریاتِ دین سے ہے یا نہیں؟ اس کے اعتقاد نہ رکھنے سے کچھ نقصان ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت کتب عقائد میں کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ سلف سے اس کے بارے میں کچھ مذکور ہے یا نہیں؟ قرآن شریف میں اس کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ اس عقیدہ کے واسطے کس درجہ کی دلیل کی ضرورت ہے اور اس درجہ کی دلیل یہاں موجود ہے یا نہیں؟ اور یہ علم کس وقت عنایت ہوا، اس کا بیان بھی ہے یا نہیں؟

(۱۱۶)...... انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو علوم عطا ہوتے ہیں ان پر سہو و نسیان مطلقاً طاری نہیں ہوتا ہے یا تفصیل ہے؟ مذہب محققین اہلِ سنّت والجماعت کیا ہے؟ بحوالہ کتاب جواب مرحمت ہو۔

(۱۱۷)...... قرآن شریف یا احادیث میں جو لفظ کل شئ پر واقع ہے، وہاں تمام جگہ جمیع افرادِ شئے **بحیث لایشذ عنہ واحد** مراد ہیں یا بعض جگہ کسی خاص نوع کے افراد پر حکم کیا گیا ہے؟ اور جب یہ اطلاق بھی ثابت ہے تو اب اگر کسی جگہ کل شئ کا لفظ واقع ہو تو بدون کسی دوسری دلیل عموم کے فقط یہ ہی لفظ دلیل عموم جمیع اشیاء **بحیث لایشذ عنھا واحد** ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۱۸)...... قرآن شریف میں بکثرت اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے علمِ غیب ثابت فرمایا ہے ہے، اس سے مراد بالذات ہے یا مطلقاً؟ اگر بالذات ہے تو فقط اس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ علاوہ اس کے کفار نے کیا کسی کے لیے علمِ غیب بالذات کبھی ثابت بھی کیا تھا، جس کی نفی کی اس قدر شد و مد سے ضرورت ہوئی؟ دوسرے علم بالذات کی نفی اگر کرنی تھی تو اشیائے موجودہ احق بالنفی تھی بخلاف اشیائے غائبہ کے؟

(۱۱۹)...... اگر کسی نبی یا ولی کی نسبت چند اشیائے غائبہ کا علم مطلقاً یا خاص وقت میں ثابت ہو یا علم مطلق الغیب ہو نہ **"علم المطلق للغیب المطلق"** تو ایسے شخص کی نسبت کسی خاص شئے کو جو اشیائے غائبہ معلومہ میں داخل نہ ہو یا دخول عدم دخول معلوم نہ ہو یا دخول معلوم ہو مگر وقت مخصوص کے سوا دوسرا وقت معلوم ہو کہا جائے گا یا غیر معلوم؟ کیا ایسے شخص کی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ علم ہے یا

نہیں ،اگرعلم دیا گیاہے تو ہے،ورنہ نہیں،تو کیا یہ عقیدہ کفر ہے یا اس میں ولی یا نبی کی توہین ہے؟اگر کوئی شخص شئی موصوف کا مطلقاً یا غیر وقت معیّن میں عالم کہے تو حسبِ تصریحاتِ فقہاء کافر ہوگا یا نہیں؟ اور جس ذریعہ سے علمِ غیب حاصل ہوا ہے وہ مثل دیگر ذرائع علم کے ہر وقت حاصل ہے اور وہ شخص ہر شئے کا مدرک اور برخلاف حواس کے غلطی سے مامون ہے یا اس کا کوئی اور حکم ہے؟

(۱۲۰)......اگر کسی اذلِ خلائق کو کسی ادنیٰ شئے کا علم یا قدرت کسی نص سے ثابت ہو،اور کسی ولی یا نبی کی نسبت وہ خاص شئے منصوص بعلم یا قدرت نہ ہو تو اگر اس شئے کا علم اوّل کو ثابت کیا جائے نہ ثانی کو تو کیا اس میں اوّل کی تعظیم اور توقیر اور ثانی کی ذلّت وتوہین ہوگی اور وہ تمام علم وفضل ،کمالاتِ ولایت ونبوت اب جاتے رہیں گے؟ اگر ذلیل پیشوں یا ناجائز علموں کو جو آج کل کے مزدور وصنّاع ،چوڑا کو جانتے ہیں ان کو ثابت کیا جائے اور اولیاءؒ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نفی کی جائے یا سکوت کیا جائے تو یہ لوگ اولیائے کرام اور انبیائے عظام سے بڑھ جائیں گے یا اس میں اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین لازم آئے گی اور نافی یا ساکت کافر ہو جائے گا؟

(۱۲۱)......اگر کوئی شخص کوئی کلام کہے اور دوسرا شخص اس کے معنیٰ لازمی یا لازم در لازم کہہ کر توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا خلافِ شانِ عظمتِ خداوندی ثابت کرے اور متکلم کو ان معنیٰ لازمی کا مدت العمر کبھی خیال بھی نہ آئے اور یہ شخص جو اس کلام کے معنیٰ لازم لیتا ہے،عوام اہلِ اسلام کے اقوال وافعال کو باوجود خلاف مشاہدہ کے حسنِ ظن کی بناء پر ان محامل حسنہ پر حمل کرتا ہے کہ جن کو عام اہلِ اسلام جانتے بھی نہیں ہیں اور علماء کے کلام کے معنیٰ بگاڑتا ہے تو اب متکلم مذکور اس معنیٰ لازمی غیر مراد کے بیان پر کافر فاسق یا خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس معنیٰ لینے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ کو علم کل اشیاء **بحیث لا یشذ عنہا واحد** کا ثابت کیا جائے تو شرک فی صفت علم الغیب واحاطہ علی جمیع اشیاء میں لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس کے معتقد کا کیا حکم ہے؟ اور علمِ کلام میں اس عقیدہ خاص کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ اگر نفی شرک کے واسطے فرق علم بالذات اور علم بالعرض کا کافی ہے تو اگر کوئی شخص علم بالذات ہی کا قائل ہو تو بوجہِ حدوث وقدم کے نفی شرک نہ ہو جائے گی؟ علمِ الٰہی قدیم وعلمِ محمدی حادث تو یہ عقیدہ بھی شرک ہوگا یا نہیں؟

(۱۲۲)......عالم آخرت میں زیادتی علومِ آخرت کی ہوگی یا نہیں؟ ﴿**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ**﴾ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی مصداق ہوں گے یا نہیں؟ خصوصاً حضور سرورِ عالم ﷺ؟ اگر زیادتی ہوگی تو جب یہیں تمام اشیاء کا علم مرحمت ہوگا تو وہاں کون سی ترقی علمی ہوگی ،جو اعظم الترقیات ہے؟ ﴿**وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ**﴾ کیسے متحقق ہوگا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بعض کو بعض پر فضیلت علمی ہے یا سب مساوی ہیں؟ ف﴿**لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ**﴾ کے جناب رسول اللہ ﷺ بھی مستحق ہیں یا نہیں؟

(۱۲۳)......اگر کوئی شخص کسی اور مخلوق میں بھی علم وقدرت ،سمع وبصر وغیرہ جمیع اشیاء کا **بحیث لا یشذ عنہا واحد** ثابت کرے اور یہ بھی کہے کہ یہ تمام صفات باعطائے الٰہی فلاں شخص میں ہیں تو وہ شخص مشرک ہوگا یا نہیں؟ اس کی دلیل کسی کے نزدیک ثابت ہو یا نہ ہو،یہ امر آخر ہے،گفتگو اس میں ہے کہ نفس عقیدہ شرک ہے یا نہیں؟ دلیل اگر ثابت نہ ہوگی تو جھوٹا ہوگا،کافر ومشرک کہہ سکیں گے یا نہیں؟

(۱۲۴)......کسی مخلوق کی نسبت گو وہ ولی ہو یا نبی یہ عقیدہ رکھنا تمام صفاتِ خداوندی کا مظہر تام ہے، ﴿**ھو الاوّل والاٰخر**

والظاهر والباطن وهو بكلّ شئ عليم﴾، ﴿وبكل شئ محيط﴾، ﴿على كلّ شئ قدير﴾، ﴿وبكلّ شئ شهيد﴾، ﴿وهو معكم اينما كنتم﴾ اس کی شان ہے، جمیع اشیاء پر قدرت، خلق جمیع اشیاء، احیاء، اماتت، رزق، مرض، صحت، غنا، افلاس، خشکی، بارش غرض جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اس کی قدرت سے ہوتا ہے، سب کو وہی مارتا ہے، جلاتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، جس قدر انعامات وغیرہ مخلوقات پر ہوتے ہیں وہی کرتا ہے، سب کو دیکھتا ہے، سب کلاموں کو سنتا ہے، علم، سمع، بصر الٰہی و قدرتِ اس سے زائد نہیں، بلکہ قدرتِ الٰہیہ سے اب دنیا میں کچھ نہیں ہوتا، جو بالذات ہے، جو کچھ ہو رہا ہے اس شخص کی قدرت بالعرض سے ہوتا ہے، جو بعطیۂ الٰہی اس کو ملی ہے، اوّل تو یہ عقیدہ شرک و کفر کا ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت علمائے سلف نے کچھ لکھا ہے یا نہیں؟ دوسرا امر یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ کفر نہیں تو پھر اس کا اعتقاد ضروری ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے کسی نص کی ضرورت ہے اور وہ نص کیا ہے؟ اور ایسا شخص ہونا ضرور ہے یا نہیں؟

(۱۲۵)...... اگر انبیاء علیہم السلام میں ہے تو کون ہے؟ اور اولیاء میں ہے تو کون ہے؟ یا دونوں گروہ میں بعض خدمات بعض کے متعلق ہیں اور بعض بعض کے مفصل بیان ہو؟

(۱۲۶)...... زید کا یہ عقیدہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الاوّلین والآخرین ہیں، تمام دنیا کے علوم آپ کے علوم کے سامنے اتنی نسبت بھی نہیں رکھتے جیسا ذرہ آفتاب کے سامنے، مع ہذا علوم نبویہ کو علمِ الٰہی کے سامنے بھی یہی نسبت ہے، جن اشیاء کی نسبت آپ کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس میں کوئی مسلمان کیسے کلام کر سکتا ہے، ہاں! جن اشیاء کا علم کسی نص سے ثابت نہیں اس کی نسبت اگر آپ کو علم مرحمت ہوا ہے تو ہے ورنہ نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کو اس کا علم ہے یا نہیں، اس ثبوتِ علم کے واسطے دلیل چاہیئے، یہ عقیدہ زید کا کفر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو علمِ انبیاء کی نسبت سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو حکم شرع شریف ہو بحوالہ کتاب وعبارت بیان ہو؟

(۱۲۷)...... احکام بتمامہ فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی کی علاحدہ علاحدہ تعریف اور ہر ایک کا حکم جدا جدا صاف بیان ہو اور پھر ان امور متفقہ اور مختلفہ کا ایک ہی حکم ہے یا جدا گانہ؟ فرض متفق علیہ کے منکر کا جو حکم ہے مختلف فیہ کا بھی وہی ہے یا دوسرا؟ علیٰ ہذا القیاس اور ایک کے ساتھ اگر دوسرے کا برتاؤ کیا جائے یا اعتقاد کیا جائے تو یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ہر تغیر کا جدا جدا حکم بحوالہ کتاب بیان ہو اور ایک مرتبہ کے ساتھ دوسرے مرتبہ کا سا عمل کرنا اس کا کیا طریقہ ہے اور کیا علامت ہے؟ زبان سے انکار کرے مگر عمل کے مرتبہ میں ایک کو دوسرا کر دے تو اس کی پہچان کیسے ہو کہ اس کا انکار زبانی صحیح ہے یا غلط؟ مفصل بیان ہو؟

(۱۲۸)...... مطلق بدعت کی تعریف، پھر سیئہ اور حسنہ، علیٰ ہذا القیاس سنت کی تعریف بحوالہ کتاب بیان ہو، نیز یہ بھی کہ بعض امور کو فقہاء بدعت کہتے ہیں اور دلیل میں "**لم یثبت**" نقل فرماتے ہیں اور بعض جگہ مستحب کا حکم لگاتے ہیں، حالانکہ **لم یثبت** میں وہ بھی شریک ہوتی ہے تو اس کا کوئی کلیہ ہو کہ فلاں قسم کی شئے تو قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونے کی وجہ سے بدعتِ سیئہ ہو جائے گی اور فلاں قسم کی نہیں، تو بیان ہو، ورنہ حصر افراد کیا جائے، **کلّ بدعۃ ضلالۃ** کلیہ غیر مخصوص عنہ البعض ہے یا نہیں؟ اوّل ہے تو تقسیم بدعت حسنہ اور سیئہ کی طرف کیسے؟ مفصل بیان اور ثانی ہو تو دلیل تخصیص اور تقسیم بدعت میں نزاع حقیقی ہے یا لفظی؟

(۱۲۹)...... کسی نفل و مباح پر ملازمت کرنی اور ایک یہ کہ دوسرے نہ کرنے والے یا واجب فرض نہ کہنے والے یا عمل پر مداومت نہ

کرنے والے یا عملاً فرض واجب نہ جاننے والے پر طعن کرنا ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ اور صورتِ ثانیہ تغیرِ حکمِ مذموم میں داخل ہے یا نہیں؟

(۱۳۰)...... اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوں جو بالاتفاق جائز ہوں تو متفق علیہا کو کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کو؟ آج کل شادی، غمی، ایصالِ ثواب، عبادات میں کچھ بدعاتِ سیئات بھی رائج ہیں یا کل مستحب ہی ہیں؟ اگر ہیں تو ان کی تفصیل بیان ہو یا کسی کتاب میں لکھی ہوں تو ان کا حوالہ دیا جائے جو آپ کے نزدیک معتبر ہو؟

(۱۳۱)...... اگر کسی موقع پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے یا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہو اس کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس میں زیادتی مختلف فیہا پیدا کرنا بہتر ہے یا اس پر اختصار کرنا؟ بغور بیان ہو؟

(۱۳۲)...... بندہ کون کون سے افعال بجز خداوند کریم کسی اور کے لیے نہیں کر سکتا، اس کا قاعدۂ کلیہ کیا ہے؟ جس فعل میں شرک و عدم شرک دونوں کا احتمال یا شرک و عدم شرک سے بچنا علماء کی نیات اور تاویلات پر موقوف ہو جس کو عوام نہیں جانتے ہیں، اس صورت میں اس فعل کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟

(۱۳۳)...... مجلس میلاد مروجہ ہند، عرس مروجہ ہند، سجدہ و طواف و چادرِ قبور، نذر لغیر اللہ تعالیٰ، شیخ سدو کا بکرا، استمدادِ عوام اولیائے کرام سے، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم، فاتحہ مروجہ بہ تعیین، جمعرات و تعیین جگہ وغیرہ و تعزیہ بنانا، اس کو سجدہ کرنا، حوائج کی عرضیاں لٹکانا، سہرا باندھنا، قبروں پر پھول چڑھانا غرض شادی اور غمی میں جو امور مروج ہیں یہ امور مختلف فیہا ہیں تو کیا اختلاف ہے؟ اور ان امور کے کرنے کے واسطے کوئی ایسی صورت بھی ہے جو متفق علیہا اور جائز ہو؟

(۱۳۴)...... اگر ہے تو اس کا کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کا؟ اور آپ کا اس میں کیا عقیدہ ہے؟

(۱۳۵)...... حلت اور حرمتِ اشیاء رنگ و جثہ جانوروں پر موقوف ہے اور ان کے رنگ اور وضع کو کچھ دخل ہے یا ذی ناب و ذی مخلب و منصوص علیہ الحرمۃ ہونے کو مدارِ حرمت، اگر کچھ ہے تو حسبِ تصریحاتِ فقہاء بیان فرمایا جائے؟ نجاست کو کسی شئے کے ساتھ ملا کر کھانا یا علاحدہ کھانا اس میں کیا فرق ہے؟

(۱۳۶)...... کوا جو گھروں میں رہتا اور کبھی نجاست، کبھی دانہ کھاتا ہے، اس کا حکم فقہ حنفیہ میں حلت ہے یا حرمت ہے؟ شامی، عینی، ہدایہ، فتح القدیر، عالمگیریہ، بزازیہ، بحر الرائق وغیرہ میں کیا مذکور ہے؟ ان فقہاء نے جو حکم بیان فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے تو منشائے غلطی کیا ہے اور صحیح حکم کس کتاب میں مذکور ہے؟

(۱۳۷)...... عقعق کوا ہے یا نہیں؟ عبارتِ فقہاء سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اگر واقعی کوا ہو تو اس مطلب کے ادا کرنے کے واسطے کیا عبارت ہونی چاہیے؟

(۱۳۸)...... سادات میں کوئی بدعقیدہ نہیں ہو سکتا، یہ عقیدہ کیسا ہے؟ اس کا اعتقاد کیسا ہے؟ اس کا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہے اور نہ رکھنے والا کیسا؟

(۱۳۹)...... جن تاویلات اور نیات کی عوام کو خبر بھی نہ ہو اور علماء افعالِ مخصوصہ کے جائز کرنے کو یہ تاویلات بیان فرمائیں تو کیا ان

تاویلاتِ علماء سے وہ افعال عوام کے لیے جائز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۴۰)......نماز کی حقیقت اور خشوع وخضوع کی تعریف اور نماز سوائے خدا کے کس کس کے واسطے جائز ہے اور کس طرح جائز ہے اور **تعبد اللہ کانک تراہ** کا مطلب بیان فرمایا جائے اور تصور غیر اللہ کا نماز میں آنا اور ایک بالقصد لانا ان کے احکام بیان ہوں؟

(۱۴۱)......نماز میں غیر اللہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ فلاں پیر یا ولی یا نبی کے سامنے کھڑا ہوں یا وہ میرے سامنے ہے یا میں اس کے پیروں پر سجدہ کرتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴۲)......حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عداوت جزوِ ایمان کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ آپ کا عقیدہ اس کی نسبت کیا ہے؟ بریلی میں اس کی نسبت آپ کے بھائی صاحب نے کچھ فرمایا تھا کسی نے آپ سے اس میں خلاف کیا تھا یا نہیں؟ جملہ امور مفصل ومدلل بیان ہوں اور جو امور کتبِ دینیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان میں حوالہ کتب حنفیہ کا ضرور ہے، آپ کی تحقیق اور مجددانہ خیال کی ہم کو بحث نہیں، ہاں! جہاں آپ کا عقیدہ دریافت کیا ہے وہاں اپنا اعتقاد بیان کر دیجیے۔

آپ کے دستخطِ خاص اور مہر کی ضرورت ہے، جواب کا لکھنے والا کوئی ہو فقط۔

☆☆☆☆

لیکن اس چیلنج کو قبول کرنا تو دور کی بات فاضل بریلوی نے اس خط کا جواب تک نا دیا، بلکہ اس خط کا جواب غیر متعلق شخص مولوی ظفر الدین قادری نے لکھ کر بھیجا، جسے نا تو فاضل بریلی نے اپنا وکیل مقرر کیا تھا اور نا انکے پاس کوئی وکالت نامہ تھا لیکن مولوی ظفر الدین کے جوابی خط سے ایک بات تو طے ہو گئی تھی کہ مولانا چاند پوری کا فاضل بریلی کو لکھا گیا وہ خط اپنے اصل مرسل الیہ تک پہنچ چکا تھا لیکن فاضل بریلی نے یا تو متکبرانہ طور پر اسکا جواب دینا پسند نا کیا یا پھر وہ در پردہ اپنا عجز تسلیم کر چکے تھے، مولوی ظفر الدین نے جوابی خط مولانا چاند پوری کو روانہ کر دیا، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ظفر الدین کے اس اس جوابی خط میں نہ حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے کے چیلنج کو قبول کیا گیا تھا اور نہ ہی ان کے اس خط کے آخر میں موجود **142** سوالات کے جوابات دیے گئے تھے، ویسے چاہیے تو تھا فاضل بریلوی وہ چیلنج قبول کرتے یا پھر ظفر الدین قادری کو اپنا وکیل مقرر کر دیتے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں کیا گیا ظفر الدین قادری کے اس خط میں چند باتیں قابل توجہ تھیں:

نمبر (1):

یہ کہ مولوی ظفر الدین نے اس خط کے شروع ہی میں حضرت چاند پوری کو بندۂ مسلمان کہہ کر مخاطب کیا اور ظاہر ہے کہ دیوبندی سنّی کو مسلمان کہنا فاضل بریلوی کے مسلک کا قتل تھا، جسکا ارتکاب خود فاضل بریلی کے شاگرد سے ہونا تعجب خیز اور حیرت انگیز تھا۔

نمبر (2):

اس خط کی دوسری سطر میں مولانا ظفر الدین نے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ مولانا چاند پوری نے فاضل بریلی سے مناظرہ کا مطالبہ کیا ہے، لیکن آج تک ملتِ رضاخانیہ فاضل بریلی کی طرف سے اس مطالبہ کو پورا نا کر سکنے کا صحیح عذر پیش نا کر سکی۔

نمبر (3):

اور مولانا ظفرالدین نے جو اس بات کا اقرار بھی کیا کہ مولانا چاند پوری نے احمد رضا خان کو مناظرے کا چیلنج بھیجا، لیکن فاضل بریلوی نے قابل خطاب نہ سمجھنے کی منطق پیش کر کے گلوخلاصی کی کوشش کی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں قابل خطاب نہیں سمجھا؟ یہ عجیب منطق نہیں کہ فاضل بریلوی سارے مسلمانوں کو کافر کہتے پھریں اور جب ان سے باز پرس کی جائے تو وہ قابل خطاب نہ سمجھنے کا بہانہ بنا کر پتلی گلی سے نکل جائیں!!...... یہ کہاں کی بہادری اور کہاں کا انصاف ہے؟ اور مولوی ظفرالدین کے اس خط کے بعد مولانا چاند پوری ۲۱ محرم ۱۳۲۶ھ کو فاضل بریلوی کے نام دوسرا خط بھی لکھا، جو رسائل چاند پوری صفحہ ۳۰۶ جلد اول میں موجود ہے، لیکن فاضل بریلوی نے اسکا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ تو وہ چیلنج تھا کہ جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کے نام لکھا لیکن فاضل بریلوی نے اس چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے فرار میں عافیت جانی، اس واضح فرار کے بعد بھی فاضل بریلوی کی شکست کو نہ مانا جائے اور اسے فاتح قرار دیا جائے تو یہ کتنی بڑی ناانصافی ہوگی۔

اب ہم چند وہ چیلنجز نقل کرتے ہیں جو دیگر علمائے اہلسنت کی طرف سے بھی فاضل بریلوی کو لکھے گئے، لیکن فاضل بریلوی نے نہ ان چیلنجز کو قبول کیا اور نہ ہی اپنے کسی مرید یا خلیفہ کو وکیل بنا کر پیش کیا۔

(1) اس خط کے بعد مولانا عبدالسلام نے فاضل بریلوی کے نام خط لکھا اور اس میں لکھا کہ اگر واقعی تمہارے متجدد کی تحریریں بڑی زبردست ہیں تو ان کو گفتگو میں کیوں عذر ہے؟...... اب گفتگو کا نام سن کر کیوں دم نکلتا ہے؟ یہ کونسا عذر شرعی عرفی عقلی نقلی ہے کہ فلاں شخص قابل خطاب نہیں، جیسے کفر و اسلام آپ کے گھر تقسیم ہوتا ہے کیا لیاقت کے داروغہ بھی آپ ہی ہو گئے ہیں؟؟؟؟؟

(ملخصاً رسائل چاند پوری صفحہ ۳۳۸ جلد اول)

(2) مولانا عبدالسلام کے خط کے دوسرے دن مدرسہ امدادیہ کے متعلم مولوی عبدالرحیم نے فاضل بریلی کو چیلنج لکھ کر بھیجا کہ ہم اگر آپ کے نزدیک کافر مشرک مرتد ہیں تو آپ سے گفتگو کی درخواست بھی تو کرتے ہیں اگر آپ گفتگو کر سکیں تو کیجئے ورنہ صاف جواب دیجیے۔

(ایضاً صفحہ ۳۱۱)

(3) مولانا عبدالرحیم کے خط کے پندرہ دن بعد مولوی ظفرالدین بریلوی کے خط کے جواب میں دوبارہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو خط لکھا اور اس میں سہ بارہ فاضل بریلوی کو ان الفاظ میں چیلنج لکھا:

> ''اور اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو مردِ میدان ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور خداوند تقدیر کی قدرت کا تماشہ دیکھو، یہ سچ ہے کہ میں ایک طفل مکتب سے بھی کم ہوں، مگر تمہارے واسطے خدا چاہے تو کافی سے زائد ہوں، اگر تم میں کچھ عقل ہے تو سوالات سے ضرور اندازہ کر لیا ہوگا خان صاحب! خدا کا فضل اس کے اختیار میں ہے جس پر چاہے کر دے، میں صاف لکھتا ہوں کہ تم مجھ سے بفضلہ تعالیٰ ہرگز ہرگز مناظرہ تقریری نہیں کر سکتے اور اگر کرو گے تو خدا چاہے تمام عمر کے اہل اللہ کے ساتھ سب و شتم، تبرہ بازی کی کسر نکل جائے گی، اگر کچھ ہمت ہے اور عزت ہے تو مقابلہ میں آؤ ورنہ صاف جواب لکھو، ہم کو اور بہت سے کام کرنے ہیں تمہاری طرح بے کار نہیں ہیں''۔

(حوالہ مذکورہ، صفحہ ۳۱۶ _ ۳۱۷)

یہ تین وہ چیلنجز تھے جو ہماری کتاب میں مذکور ہیں، لیکن ان چیلنجوں کو نا تو فاضل بریلوی نے کبھی قبول کیا اور نہ ہی کسی مرید یا خلیفہ یا شاگرد کو قبول کرنے کی ترغیب دی، لیکن رضاخانیوں کو پھر بھی فاضل بریلوی کی فتح پر ضد ہے اور اس کے لیے فتوحاتِ رضویہ بھی لکھ دی گئی ہے، شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اس قدر بڑے بھگوڑے کو فاتح بنانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے!!!!

ہم نے اہل سنّت کی کتابوں سے یہ بات ثابت کیا کہ بہت سارے چیلنجز احمد رضا خان کو بھیجے گئے تھے، لیکن جواب ندارد! اب ہم سرِ دست وہ چیلنجز نقل کرتے ہیں کہ جن کے بارے میں خود بریلویوں کو بھی اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی کے نام اہل سنت کی طرف سے لکھے گئے تھے، لیکن آپ خود دیکھ لیں گے کہ فاضل بریلوی کی طرف سے ان چیلنجز کو قبول کرنے کا کوئی ثبوت آج تک ملّتِ رضاخانیہ کسی مستند حوالے سے پیش نہیں کرسکی، چنانچہ احمد رضا خان کی فرضی فتوحات پر لکھی گئی کتاب کے مصنف خود لکھتے ہیں کہ:

> ''مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی کا اعلیٰ حضرت کو مناظرے کا چیلنج ۱۴ محرم سن ۱۳۲۶ھ، ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک ادنیٰ سے مولوی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے مدرّس اول جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات بنائے گئے تھانوی صاحب کے دفاع میں تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت سے مقابلہ آرائی کیلئے میدان میں اتر پڑے اور اپنی تعریفات اور تعلّیوں پر مشتمل ایک طویل خط لکھ ڈالا اور اسمیں اعلیٰ حضرت کو دعوتِ مناظرہ بھی دے بیٹھے''۔ (فتوحاتِ رضویہ صفحہ ۶۲)

یہ مکمل خط رسائل چاندپوری، جلد اول ص، (۲۷۳) پر موجود ہے (اس کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے)، لیکن مولانا چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعوتِ مناظرہ کو فاضل بریلوی نے کبھی قبول نہ کیا، اگر قبول کیا ہوتا تو مذکورہ کتاب کا مصنف اس کو ضرور نقل کرتا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتِ مناظرہ کو قبول نہ کرنا کیا فاضل بریلوی کا واضح فرار نہیں تھا؟ اور اگر یہ فرار تھا اور یقیناً تھا تو پھر اس فرار کی صورت میں فاضل بریلوی کو فاتح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ آخر وہ کیا مانع تھا جو فاضل بریلوی کو اس دعوتِ مناظرہ سے بھاگنے پر مجبور کر رہا تھا؟ مؤلف فتوحات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے کسی بزرگ نے اس وقت فن مناظرہ کو فساد نہیں کہا تھا، اس طرح کی بے ثبوتی بھڑکیں مارنے سے نا تو فاضل بریلوی کے کندھے سے شکستوں کا بوجھ اتارا جاسکتا ہے اور نا ہی ان کی فرضی فتح کا ثبوت بنایا جاسکتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر مولانا چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فاضل بریلوی کا ذرا بھی خوف یا ڈر ہوتا تو وہ پٹنہ کے لگ بھگ تین ہزار کے جلسے میں کھڑے ہوکر نا کبھی چیلنج کرتے اور نہ ہی فاضل بریلوی کو چیلنج لکھنے میں پہل کرتے، باقی فتوحاتِ رضویہ کے مصنف نے اس جگہ پٹنہ کے واقعے کے حوالے سے جس دروغ گوئی کا سہارا لیا ہے اس کا جواب ہم گذشتہ اوراق میں دے آئے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر فاضل بریلوی کو کیا مانع تھا کہ وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے؟ مصنف فتوحات نے اس جگہ مدعی سست اور گواہ چست کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بہت سے بیکار عذر پیش کیے ہیں:

نمبر 1: دعوتِ مناظرہ پیش کردی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اعلیٰ حضرت کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ (فتوحات رضویہ۔ص۔ ۶۳)

عجیب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ علمی اور عملی طور پر ہر اعتبار سے فاضل بریلوی سے بہت زیادہ حیثیت رکھنے والے تھے ان کے چیلنج کو قبول نہ کرنے کی دوراز کار یہ تاویل پیش کرنا کہ "وہ فاضل بریلوی کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے" فرار کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟ لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاویل کو رد کرتے ہوئے از راہِ تواضع فاضل بریلوی کو جواب میں لکھا کہ یہ سچ ہیکہ میں ایک طفل مکتب سے بھی کم ہوں، مگر تمہارے واسطے خدا چاہے تو کافی سے زائد ہوں۔

نمبر2: دوسری تاویل مناظرہ نہ کرنے کی یہ پیش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت ہر ایرے غیرے کو منہ لگانے والوں میں سے نہیں۔

اس کا صاف جواب بھی سن لیں کہ فرقہ رضاخانیہ کے مستند حضرات سے یہ سوال ہے کہ وہ ذرا ہمت کر کے فن مناظرہ کے کسی اصول کی کتاب سے یہ دکھادیں کہ اپنے وقت کے ایک مستند عالم کو رد کرتے ہوئے یہ تاویل پیش کرنا کہ وہ ایرا غیرا ہے اور ہم اس کو منہ نہیں لگاتے اور یہ بھی اس وقت کہ جب اس کی تکفیر تو بڑے بے باکانہ طریقے سے کی جائے، لیکن جب اس کی طرف سے محاسبہ کرتے ہوئے مناظرے کا چیلنج دیا جائے تو یہ عذر کر دینا کہ ہم ہر ایرے غیرے کو منہ نہیں لگاتے، یہ فن مناظرہ کی کون سی کتاب میں لکھا ہوا ہے؟ کہ آپ کسی کو کافر کہیں اور جب وہ ثبوت کا مطالبہ کرنے کے لئے آپ کو میدانِ مناظرہ میں آنے کی دعوت دے تو آپ اپنی جان خلاصی کے لیے یہ بہانہ پیش کر دیں کہ میں ہر ایرے غیرے کو منہ نہیں لگاتا!...... آخر یہ فرار نہیں تو کیا ہے؟ اسے شکست کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ لیکن حیرت ہے کہ مصنف فتوحات کو پھر بھی اس بات کی ضد ہے کہ فاضل بریلوی فاتح تھے، جبکہ خود وہ اس بات کا اعتراف بھی کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے مولوی مرتضیٰ کے خط کا جواب دینا ضروری نہیں جانا (فتوحات رضویہ۔ص۔ ۶۳)، خط کا جواب نا دینا، حیثیت کا بہانہ بنا کر سامنا نا کرنا کیا یہ سارے حقائق چیخ چیخ کر اس بات کا اعلان نہیں کر رہے کہ فاضل بریلوی اپنے فتویٰ تکفیر میں غلطی پر تھے اور اسے اپنی شکست ببانگ دہل تسلیم کر چکے تھے؟

اکابر علماء اہلسنت کی تکفیر سے پہلے یا بعد میں فاضل بریلوی کی طرف سے نہ تو کوئی خط لکھ کر عبارات کی وضاحت مانگی گئی اور نہ ہی ان سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا، بلکہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے پٹنہ کے جلسے میں احمد رضا خان کی تقریر کے دوران ہی سب سے پہلے مناظرے کا چیلنج دیا اور فاضل بریلوی سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے تو ثابت ہوا کہ سب سے پہلے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو خط لکھا، اس دعوت کو قبول کرنے کے بجائے فاضل بریلوی نے مولوی ظفرالدین کے ذریعے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھوایا جو درحقیقت مناظرہ کو ٹالنے کی ناکام کوشش تھی۔

جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے فاضل بریلوی اور مولوی ظفرالدین کو خطوط لکھے اور دعوتِ مناظرہ دے کر خبر لی تو پھر فاضل بریلوی نے مولوی ظفرالدین سے ایک اور خط لکھوایا وہ خط مذکور رہے "فتوحات رضویہ ص ۶۷"۔ اس موقعے پر فن مناظرہ سے واقف حضرات جانتے ہوں گے کہ جب فاضل بریلوی نے تکفیر کی تو یہ تکفیر صرف مخصوص چند علماء کی نہیں تھی، بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر تکفیر کا تیشہ چلایا گیا تھا تو کسی بھی مسلمان کو یہ حق تھا کہ وہ فاضل بریلوی کو خط لکھتا یا مناظرے کی دعوت دیتا اور مکفر المسلمین کا حق بنتا تھا کہ وہ اس مناظرہ کی دعوت کو قبول کرتا، تاکہ اس کے فتویٰ تکفیر پر گفتگو ہوسکتی، لیکن فاضل بریلوی کے اس واضح فرار کے باوجود اس مذکورہ بالا خط میں فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر فرار عن المناظرہ کی تہمت لگادی اور پھر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو

زیرِ بار قرار دے دیا اور ساتھ میں ان کی طرف یہ جھوٹ بھی منسوب کر دیا کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اعلانیہ اقرارِ فرار کر چکے ہیں، حالانکہ اس بات کا کوئی ثبوت فرقہ رضا خانیہ تاقیامت نہیں دے سکتا اور اس خط میں دوسری بار پھر فاضل بریلوی نے ''اطفال سے مخاطبہ کی حاجت نہیں'' کا جملہ کہہ کر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے شکست کا اقرار کر لیا۔

اس کے بعد فاضل بریلوی نے اس خط میں چند محال شرطیں لکھیں:

نمبر1: 2 تھانوی صاحب اگر خود عاجز ہو کر در بھنگی صاحب کو اپنا مشکل کشا جانتے ہیں۔

نمبر2: مہر کر دیں کہ یہ ہمارے امام الطائفہ ہیں۔

میں نے ان شرائط کو محال اس لئے لکھا اگر مناظرے میں کسی کو اپنا وکیل بنایا جاتا ہے تو اس سے اس عالم کا عاجز ہونا تو لازم نہیں آتا، لیکن فاضل بریلوی نے یہ شرط بھی لگا دی کہ خود کو عاجز بھی مانیں اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو ''اپنا مشکل کشا'' بھی لکھیں، اس شرط میں کس قدر عیاری اور مکاری کا مظاہرہ کیا گیا کہ فاضل بریلوی کو معلوم تھا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، لیکن کبھی کوئی ادنیٰ مسلمان بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا (مافوق الاسباب) مشکل کشا ہے، لیکن قربان جائیے اس شاطرانہ چالبازی پر ایسی ناممکن اور محال شرط بلا وجہ اور بلا ضرورت لگانے سے فاضل بریلوی کی کیا مراد ہو سکتی تھی؟؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی ایسی شرائط لگا کر اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے۔

نمبر3: تیسری محال شرط یہ لگائی کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مہر کر دیں کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے مسلک کے اور ان کے گروہ کے امام و پیشوا ہیں۔

یہ شرط بھی کتنی عجیب ہے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مرشد ہیں اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ انکے مرید اور خلیفہ ہیں، بھلا کوئی پیر و مرشد بلا وجہ اپنے مرید کو کیوں امام الطائفہ لکھے اور کیا کوئی بریلوی بتا سکتا ہے کہ یہ شرط صحیح ہے یا غلط؟؟ جب یہ مطالبہ تھا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو وکیل مقرر کیا جائے تو یہ کہاں کا اصول ہے کہ مؤکل اپنے وکیل کو اپنا مرشد مانے تبھی مناظر ہوگا، بصورتِ دیگر مناظرہ نہیں ہو سکتا، کیا یہ شرائط دے کر فاضل بریلوی مناظرے سے بھاگنا نہیں چاہتے تھے؟ اور کیا اس کے بعد بھی کوئی فاضل بریلوی کو فاتح قرار دے سکتا ہے؟؟ اس بات کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا، (فتوحاتِ رضویہ ص ۶۹)

اور بریلوی حضرات کو اس بات کا بھی اقرار ہے کہ:

> ''در بھنگوی صاحب تھے کہ شوقِ مناظرہ میں بے چین و بے قرار تھے اور اس خوش فہمی کے مرتکب بھی تھے کہ اعلیٰ حضرت نے میرا کوئی جواب نہیں دیا وہ لاجواب ہو گئے اور ان کی خوش فہمی ٹھیک بھی تھی، کیونکہ اعلیٰ حضرت بھلا گالیوں بھرے خط اور دشنام طرازیوں و افتراء پردازیوں سے مملو اشتہارات کے جوابات دینے کے اہل کب ہو سکتے تھے؟؟ اس لیے خود بھی ان گالیوں بھرے خطوط اور اشتہارات کے جواب دینے سے بچتے اور معتقدین کو بھی جواب دینے سے منع فرماتے رہے، جیسا کہ اگلے خط میں خود اعلیٰ حضرت نے اس کی تصریح فرمائی ہے''۔ (فتوحات رضویہ ص۔ ۶۹)

اس تحریر میں مصنف مذکور نے احمد رضا خان کا دفاع کرنے کے بجائے اور ان کی فتح ثابت کرنے کے بجائے ان کی واضح شکست کو

تسلیم کرلیا اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شکست ثابت کرنے کے بجائے اس نے کھلے لفظوں میں مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی فتح کو تسلیم کرلیا، وہ اس طرح کہ بقول ان کے مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرے کا شوق بھی ہو اور وہ مناظرہ کرنے کے لیے بے چین اور بے قرار بھی ہوں اور انہیں یقین ہو کہ احمد رضا خان اسکا کوئی جواب نہیں دیں گے اور وہ لاجواب ہو جائیں گے اور احمد رضا خان تھے کہ نہ انہوں نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مناظرے کے شوق کو پورا کیا اور نہ ان کے کسی چیلنج کو قبول کیا اور نہ انہوں نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس خوش فہمی کو ختم کیا کہ فاضل بریلوی لاجواب ہو گئے ہیں اور وہ جواب نہیں دیں گے، یہاں کھلے لفظوں میں مصنف مذکور اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری کو کسی خط کا بھی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنے متعلقین کو بھی جواب دینے سے منع کر دیا۔

کیا یہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی واضح فتح اور فاضل بریلوی کی واضح شکست نہیں ہے؟؟ اب یہاں یہ بہانہ تراشا اور یہ جھوٹ بولنا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ دشنام طرازیاں کر رہے تھے، لہٰذا فاضل بریلوی اس کا جواب دینے سے کترا رہے تھے تو سوال یہ ہے کہ کیا فاضل بریلوی تہذیب کے دائرے میں جواب نہیں دے سکتے تھے؟؟ اگرچہ یہ بات ثابت نہیں کی جاسکتی کہ مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو گالیاں دی تھیں، بلکہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنا کیا کہ بعض اوقات فاضل بریلوی کو انہی کی زبان میں مخاطب کرنے کی کوشش کی، اگر فاضل بریلوی کو فاضل بریلوی کی زبان میں جواب دینا دشنام طرازی تھی تو اسکی ابتداء تو فاضل بریلوی نے کی تھی، پھر دوسروں سے کیوں گلہ شکوہ کر رہے تھے؟؟؟؟

دوسری بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ دکھاتا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کس خط میں کس جگہ پر دشنام طرازی کی تھی کہ اسے یہ بہانہ تراشا پڑا کہ میں اس لیے جواب نہیں دے رہا اور پھر اپنے شاگردوں کو مولانا چاند پوری کا جواب دینے سے روکنا اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ فاضل بریلوی نہیں چاہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا کوئی شاگرد مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ طے کرلے کہ فاضل بریلوی سے مناظرہ ہو پائے گا اور بعد میں فاضل بریلوی کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

مصنف فتوحات سے یہ سوال ہے کہ آخر اس عبارت میں فاضل بریلوی کی فتح کہاں ہے؟ اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شکست کہاں ہے؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

باقی جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کون شاہ تیر اور کون پھپکلی تھا (جیسا کہ مصنف فتوحات نے ایک بے موقع کہاوت پیش کی ہے کہ (ذات دی کوڑکلی تے شاہتیر اں نال جھپے) تو اس بات کا اعتراف خود بریلویوں نے بھی کیا ہے کہ فاضل بریلوی تو جاہلوں کے پیشوا سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتے تھے اور اس بات کی گواہی خود بریلوی بھی دیتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رنگون اور برما تک بیانات کے لیے مدعو کئے جاتے تھے تو اس وقت فاضل بریلوی زیادہ تقریر نہیں کیا کرتے تھے، اس جگہ یہ بتاتا چلوں کے اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے زیادہ فاضل بریلوی کی کوئی اوقات نہیں تھی، خود فاضل بریلوی کے بقول اسے خواب میں "دربار نبویہ" سے "فضول بک" جیسا "بیش قیمت" لقب ملا تھا، احمد رضا کی جتنی تعریفیں علماء بریلویہ کرتے ہیں وہ یا تو بے سند ہوتی ہیں یا اپنوں کی تعلیاں یا بے سرو پا قصے اور منگھڑت کہانیاں، جبکہ دوسری طرف مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وہ تھے کہ جن کا سکہ اپنے تو اپنے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے، مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں

بریلوی مسلک کے مستند علماء سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حقانیت کے کئی ثبوت دکھاتا لیکن یہ موضوع پھر کبھی سہی، ان شاءاللہ!!

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فاضل بریلوی نے ساری کائنات کے مسلمانوں کی تکفیر کی تھی تو تمام مسلمانوں میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ فاضل بریلوی سے اپنی تکفیر کا حساب مانگتا، فاضل بریلوی کو چیلنج دینے کا اختیار اور حق تمام مسلمانوں کے پاس محفوظ تھا، اگر فاضل بریلوی اپنے دعویٔ تکفیر میں صادق تھا تو اسے چاہیے تھا کہ وہ ہر کسی کے چیلنج کو قبول کرتا یا پھر کسی کو اپنا وکیل بنا کر اس سے چیلنج قبول کرواتا لیکن اس بیچ کسی تیسرے کو آنے کی گنجائش نہیں تھی کہ تکفیر تو فاضل بریلوی کرے اور اس میں سامنا کرنے کی ہمت بھی نہ ہو اور کوئی تیسرا بیچ میں آٹپکے اور وہ بھی چیلنج قبول کرنے کے بجائے چیلنج پر چیلنج کرڈالے، (فتوحاتِ رضویہ ص ۹۹ _ ۱۰۰)۔ یہ عجیب بے اصولی ہے کہ تکفیر تو فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کی تھی، لیکن احمد رضا ان کے چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت تا دم مرگ نہیں کرسکے اور پھر بھی ان کے متعلقین فاضل بریلوی کی شکست ماننے کے بجائے فتح کے گیت گائے جارہے ہیں!!!!

ہمارے پاس اس بات کی گواہی بھی موجود ہے کہ مولوی عبدالاحد بریلوی کا اس موقع پر بیچ میں کودنے کو فاضل بریلوی کی حمایت بھی حاصل نہیں تھی بلکہ وہ تو بقول بریلویوں کے اپنے معتقدین کو جواب دینے سے منع کرتے رہے تو غیر مصدقہ اور غیر مؤید چیلنج پر چیلنج کو قبول کرنے سے زیادہ ضروری تھا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مؤید اور وکیل کے چیلنج کو قبول کرنا فاضل بریلوی کی ذمہ داری تھی؟؟ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے فاضل بریلوی پر سکوت مرگ طاری رہا اور وہ میدان میں نہ اترے اور نہ ہی اترنے کی نیت کرسکے، کیونکہ وہ اس بات کو بخوبی جانتا تھا ایک دفعہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھ گیا تو میرے سارے دعاوی کی قلعی پل بھر میں کھل جائے گی اور اسے اس تاریخ ساز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا کہ رہتی دنیا تک رضاخانیت منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی اور فاضل بریلوی کو یقین تھا کہ اس شکست سے ان دیکھی قوتوں کی جانب سے سپرد کیا جانے والا مشن ناکام ہوکر رہ جائے گا۔

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط خود مذکورہ بریلوی مصنف نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں، بلکہ فاضل بریلوی نے بھی ان کے بعض خطوط کے اقتباسات اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں، ان میں ایک گالی بھی نہیں دکھائی جاسکتی، جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فاضل بریلوی کو دی گئی ہو، یہ فاضل بریلوی کی شکست اور فرار کو چھپانے کے لئے فرقہ رضاخانیہ کا ایک اور سفید جھوٹ ہے، جو کہ مدعی سست اور گواہ چست کا شاہکار ہے اور وہ اس طرح کے فاضل بریلوی نے کبھی بھی مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک گالی بھی نقل نہیں کی اور نہ نقل کرنے کی ہمت کرسکے، جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انکو دی ہو اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ اگر فاضل بریلوی نے کہیں ایسا شکوہ کیا بھی ہو تو سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو چند صفحات میں دوسرے فریق کو درجنوں اور اپنے چھوٹے چھوٹے رسائل میں سینکڑوں گالیاں دینے کا عادی ہو، بلکہ جس نے خود گالیوں میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہو اسے بھی یہ شکوہ ہے کہ اسکو گالیاں دی جارہی ہیں؟؟؟؟

اس سے کہا جائے کہ جناب یہ گنبد کی صدا ہے کہ جیسی کہو ویسی سنو!...... یہ آپ اپنے بوئے کو کاٹ رہے ہیں اور کیا فاضل بریلوی کا خود بھی چیلنج قبول کرنے سے کنارہ کش ہونا اور مریدین کو بھی روپوشی کی دعوت دینا اس بات کی واضح دلیل نہیں تھی کہ اس پورے طائفے کے پاس جواب نہیں تھا؟؟ اور یہ سارا طائفہ ہی راہ فرار اختیار کرچکا تھا، جب فاضل بریلوی اس جگہ بھی راہ فرار اختیار کرگئے اور کسی طرح مناظرے پر آمادہ نہ ہوئے تو پھر بقول مصنف فتوحات مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار اہلحدیث کے ذریعے اعلیٰ حضرت

کو تھانوی صاحب کے وکیل کی حیثیت سے مناظرہ کی دعوت دے ڈالی۔(فتوحاتِ صفحہ ۶۹)

لیجئے جناب! فاضل بریلوی کی یہ خواہش بھی پوری کر دی گئی کہ تھانوی صاحب ان کو وکیل بنا دیں تو میں بات کروں گا اور مذکورہ مصنف لکھتے ہیں کہ:

"لیکن غیر مقلد امرتسری اور نام نہاد مقلد دربھنگی دونوں ہی نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کرنے کی مانگ رکھی اور اخبار میں خبر شائع کرادی"۔(فتوحات رضویہ۔صفحہ ۷۰)

لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امرتسری کے اس چیلنج پر فاضل بریلوی کی طرف سے کوئی جواب نا آیا اور یوں اس چیلنج سے بھی فاضل بریلوی نے راہ فرار اختیار کر لی۔لیکن بریلویوں کا یہ کہنا ہے کہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے مولوی عبدالاحد بریلوی نے ان دونوں حضرات کو چیلنج پر چیلنج دے دیا،سوال یہ کہ جب ان حضرات نے چیلنج فاضل بریلوی کو دیا تو اصولاً یا تو فاضل بریلوی کو خود آنا چاہیئے تھا یا پھر کسی کو اپنا وکیل بنا کر میدان میں اتارنا چاہیئے تھا،لیکن ان دونوں باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا،ایک تیسرا شخص سامنے آیا اور اس نے بھی ان حضرات کا چیلنج قبول نہیں کیا،بلکہ چیلنج پر چیلنج دے ڈالا بھلا یہ علم مناظرہ کا کون سا اصول ہے کہ فریق مخالف کے چیلنج قبول کرنے کے بجائے تیسرا شخص میدان میں آ کر چیلنج پر چیلنج کر دے،ظاہر ہے کہ اس چیلنج سے بھی فاضل بریلوی نے فرار اختیار کیا اور کوئی بریلوی (بشمول مصنف مذکور) یہ نہیں دکھا سکتا کہ فاضل بریلوی نے کسی جگہ اس کو قبول کیا ہو یا کسی وکیل کو آگے کیا ہو؟؟؟؟

اور بریلوی اس جگہ ایک خط پیش کرتے ہیں کہ اس کے بعد فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا اور وہ خط "مکتوبات احمد رضا کلیات مکاتیب رضا" اور "فتوحات رضویہ" صفحہ ۷۷ پر موجود ہے،اس خط میں فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سے پوچھا کہ انہوں نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو وکیل بنایا ہے یا نہیں؟ جب فاضل بریلوی کا مخاطبہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جو کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پٹنہ کے جلسے میں کھڑے ہو کر چیلنج دینے سے لے کر آخر تک فاضل بریلوی کو خود مخاطب کیا تھا تو فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ مولانا چاند پوری سے پوچھتے کہ وہ کس بنیاد پر ان سے مناظرہ کر رہے ہیں اور کیا وہ اس مناظرے کے لئے خود مقرر ہوئے ہیں؟؟ یا ان کو مولانا تھانوی صاحب نے مقرر کیا ہے؟؟ اگر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ میں خود مقرر ہوا ہوں اور میں اپنے دعوے کا خود مدعی ہوں تو پھر فاضل بریلوی یا تو مناظرے کے لیے میدان میں آتے یا صاف لفظوں میں اپنی شکست کا اقرار کر کے ایک سائیڈ پر ہو جاتے،لیکن اگر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے کہ مجھے مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وکیل نامزد کیا ہے تو فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وکالت نامے کا مطالبہ کرتے۔لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی نہ مولانا چاند پوری سے اس بات کی وضاحت لیتے ہیں،نہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں اور نہ ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ وکیل ہیں یا نہیں کہ ان سے وکالت نامے کا مطالبہ کیا جاسکے؟ ان سب کے برعکس فاضل بریلوی مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا وکیل نامزد کیا ہے یا نہیں؟ کیا فاضل بریلوی کی طرف سے یہ واضح فرار نہیں تھا؟؟ اس خط میں جو الزامات لگائے گئے ہیں اور جو خلاف واقعہ باتیں لکھی گئی ہیں ان سے صَرفِ نظر یہ خط سر تا پا دھوکا ہی دھوکا تھا کہ اس معاملے میں چیلنج مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تھا فاضل بریلوی کو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ:

''ابتدائے سوال میری طرف سے ہوگا''(فتوحات، صفحہ ۴۷)

ابتدائے سوال تو مدعی کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا اور ابتدائے سوال تو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کرنا تھا فاضل بریلوی کی طرف سے اس ترتیب کو الٹ کر بے اصولی کرنے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا تھا کہ فاضل بریلوی مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے، فاضل بریلوی کو ابتدائے سوال کی اجازت تب دی جاسکتی تھی کہ دعوے کی پہل اسکی کی طرف سے ہوتی، لیکن یہاں بھی فاضل بریلوی نے یہ ڈنڈی بھی صرف اس لئے ماری تاکہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوے سے بچا جاسکے۔

اب یہاں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دے دینا چاہیے تھا تو اس کے چند جوابات ہیں:

نمبر1: سب سے پہلے فاضل بریلوی کو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خط لکھا گیا لیکن فاضل بریلوی نے اس خط کا جواب دینے کے بجائے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ ڈالا۔ فاضل بریلوی جو کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ گریز کرتے رہے اور گریز کی وجہ بریلوی مصنف نے یہ بتائی کہ ان (مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے سارے خطوط کا جواب دینا گویا اپنا وقت ضائع کرنا تھا، (فتوحات رضویہ)، جو خط فاضل بریلی کو لکھا جائے تو اسکا جواب دینا تو وقت کا ضیاع سمجھیں لیکن حیرت کی بات یہ کہ دوسروں کی طرف سے جواب نہ آنے کو ان کا فرار قرار دیا جائے یہ کہاں کی دیانت وانصاف ہے؟؟؟؟

نمبر2: فاضل بریلوی کو جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ خط لکھیں تو جواب دینے کے لئے مولوی ظفر الدین کود پڑیں، لیکن جب فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تو آگے شرط لگا دی کہ اس خط کے جواب میں کسی دوسرے کی بات نہ بنی جائے گی، (فتوحات صفحہ ۴۷)

کیوں جناب! فاضل بریلوی کو خط لکھا جائے تو ظفر الدین جواب دیں، لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئے تو یہ اصول گھاس چرنے چلا جائے!...... آخر اس ست رنگی اصول کی کوئی بنیاد بھی ہے؟؟ اس خط کی آخری سطر میں فاضل بریلوی نے لکھا کہ:

''آپ جب کہ عاقل بالغ ہیں تو وکالت نامہ خود آپ کے قلم پر دستخط ومہر سے ہو، ورنہ تو توکیل میں تسلسل متحیل لازم آئے گا''۔
(فتوحات، صفحہ ۴۷)

سب سے پہلی بات تو یہ تھی کہ اس مقام پر فاضل بریلوی کی طرف سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھنا بے مقصد و بے معنیٰ تھا، اس لئے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع نہیں تھا، بلکہ ان کا مقصد فاضل بریلوی کی طرف سے عالم اسلام کی تکفیر کا حساب لینا تھا، جس فتویٰ تکفیر کی رو سے خود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فاضل بریلوی کی طرف سے حکم آرہا تھا تو فاضل بریلوی کا کسی مخصوص و متعین عالم سے وکالت نامہ لانے کا مطالبہ کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا تھا!!

نمبر3: یا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وکالت نامہ تب ضروری ہوتا کہ جب فاضل بریلوی نے پہلے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو چیلنج کیا ہوتا اور اسی چیلنج پر مناظرہ کرنے کے لئے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو کوئی خط لکھا ہوتا لیکن ایسا بھی نہیں تھا، کیونکہ فاضل بریلوی کا کوئی چیلنج نہیں دکھایا جاسکتا، جس میں اس نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرنے میں پہل کی ہو، اس میں بھی پہل مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی اور فاضل بریلوی کے جواب دینے کی بجائے مولوی ظفر الدین نے خط لکھا، سوال یہ ہے کہ مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر جواب کا مطالبہ کرنے والے اور مہر اور دستخط کے ساتھ وکالت نامہ کا مطالبہ کرنے والے فاضل بریلوی سے

پوچھا جائے کہ جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تمہیں چیلنج کریں تو بغیر دستخط و مہر اور بغیر توکیل کے مولوی ظفر الدین میدان میں آجائیں، لیکن جب مولانا چاند پوری تمہیں خط لکھ کر مناظرے کا چیلنج کریں تو فاضل بریلوی چیلنج قبول کرنے کے بجائے مولانا تھانوی کو خط لکھ دے اور یہ وضاحت مانگے کہ پہلے توکیل لکھ کر دو، آخر یہ دورنگی اور بددیانتی اور ناانصافی کس بنیاد پر کی جارہی تھی؟؟؟؟

لیکن ان سب وجوہات کے باوجود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ وکالت نامہ بھی لے کر آگئے تو اب فاضل بریلوی کو ضد تھی کہ مجھے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ان ان لفظوں میں جواب آئے (جو تفصیل سے پہلے گذر چکا ہے) تو میں مناظر کروں گا، لیکن تب بھی ابتدائے سوال میری (یعنی مولوی احمد رضا کی) طرف سے ہوگا!...... قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ فاضل بریلوی کا یہ خط مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے چیلنج کے بعد تھا تو کیا انہیں اس بات کا حق پہنچتا تھا کہ وہ مخالف کے دعوے اور چیلنج کو رد کر کے اپنا دعویٰ پیش کردیں اور کوئی وجہ بھی سامنے نہ ہو اور پھر آخری بات اور مزے کی بات یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کا یہ چیلنج (بقول بریلویوں کے) ۱۱ر رمضان ۱۳۲۷ھ، مطابق ۲۷ر ستمبر ۱۹۰۹ء سے پہلے دیا تھا اور بقول مولانا چاند پوری کے یہ خط ۳ر شعبان ۱۳۲۷ھ کو لکھا گیا تھا، لیکن فاضل بریلوی کو اس خط کے بعد پانچ/ چھ ماہ تک خاموشی طاری رہی، پانچ ماہ کے بعد بھی ٹال مٹول کے سوا کچھ نہ کیا (جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں)۔ دوسری بات یہ کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تو وکالت کا دعویٰ اخبار میں کر چکے تھے، اب فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ سامنے آتا اور وکالت نامہ دیکھ کر مناظرہ شروع کر دیتا، لیکن فاضل بریلوی نے خوامخواہ دفع الوقتی کرتے ہوئے اور وقت گذاری کے لیے حکیم الامت کو خط لکھ دیا (بقول بریلویوں کے) عجیب سی بات ہے کہ فاضل بریلوی کو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ دستخط پر تو یقین تھا، لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر نہیں!!!!

اگر کوئی رضاخانی دعویٰ کرے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ غلط بیانی کر رہے ہیں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ غلط بیانی نہیں کر رہے تھے، ان کے پاس ثبوت تھا اور یاد رہے کہ جو زبانی غلط بیانی کر سکتا ہے وہ مہر اور دستخط جعلی بنانے میں بھی خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ سکتا ہے (جیسا کہ خان صاحب بریلوی کی عادت تھی)۔

ان باتوں سے صاف معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کی یہ دفع الوقتی صرف اپنی جان خلاصی کیلئے تھی کہ یہ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے اور میں مفت کا فاتح بن جاؤں گا اور آخر میں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ اس خط کے شروع میں فاضل بریلوی نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ یہ حسام الحرمین میں مذکورہ عبارتیں ''الزام'' ہیں اور اس بات کو بریلوی مصنفین نے بھی مانا ہے کہ محض الزام کی بنا پر کسی کی تکفیر درست نہیں، التزاماً تو سارا فرقہ بریلویہ بھی مل کر اس الزام کو ثابت نہ کر سکتا تھا اور نہ کر سکتا ہے، اگر چہ یہ الگ موضوع ہے کہ فاضل بریلوی نہ ان اصطلاحات سے واقف تھے اور نہ کبھی ان کی رعایت کی، بس فاضل بریلوی تو اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر کسی بھی قسم کا گھناؤنا اقدام کر لیتے تھے اور بلا سوچے سمجھے کسی بھی مسلمان کو کافر قطعی کہہ ڈالتے تھے، اس جگہ مصنف مذکور نے جو تبصرہ کیا ہے وہ اپنا جرم چھپانے کی ناکام سعی کے سوا کچھ نہیں (تفصیل کے لیے فتوحات رضویہ ص ۴۷ تا ۵۷ ملاحظہ فرمائیں)۔

۳ر شعبان ۱۳۲۷ھ کا یہ چیلنج اور فاضل بریلوی کے فرار کی روئیداد کو ہم نے ''فتوحاتِ رضویہ'' کو سامنے رکھ کر لکھا، لیکن بقول حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے:

''بندہ نے ۳ر شعبان ۱۳۲۷ھ کو مضمون بعنوان ''بریلوی مجدد سے مناظرہ'' ''اہل حدیث'' میں شایع کرایا، جس کے متعلق مولوی

غلام احمد صاحب ایڈیٹر "اہل فقہ" نے کچھ لکھا، جس کا جواب یہاں سے فوراً گیا اور ۷ / ۲ / شعبان ۳۲ھ کو اہل فقہ میں مع جواب الجواب شائع ہوا، اس کا جواب بھی اہل فقہ میں بھیجا گیا، لیکن چھاپنے کا وعدہ فرما کر پرچہ مذکورہ خود بھی دارالبوار میں قرار کو گیا، مگر خان صاحب نے اس کا جواب بھی کچھ نہ دیا، پھر ۱۹/ شوال ۳۲ھ کو ایک خط رجسٹری شدہ بعنوان "آخری اتمام حجت" اور بھیجا جو "چپ شاہ بریلوی گرفتار" کے ساتھ ۲۱/ ذی الحجہ ۳۲ھ کے انجم اور ۹/ محرم ۳۲۸ھ کے اہل حدیث میں شائع ہوا، اس کا جواب بھی وہی قدیم سکوت...... الخ"۔

صاحب فتوحات رضویہ نے فاضل بریلوی کی ایک اور فتح کی داستان یوں سنانے کی کوشش کی:

"اعلیٰ حضرت کو خورجہ دیوبندیوں کا پیغامِ مناظرہ"۔ (فتوحات رضویہ ص ۷۰)

اس جگہ مصنف نے اس بات کا تو اقرار کرلیا کہ خورجہ کے دیوبندیوں نے فاضل بریلوی کو مناظرہ کی دعوت دی تھی، لیکن مصنف یہ نہیں دکھا سکے کہ فاضل بریلوی نے یہ دعوت کب؟ کہاں؟ کس جگہ قبول کی؟

جب فاضل بریلوی نے اس چیلنج کو بھی قبول نہیں کیا اور اپنی عادت مستمرہ کے تحت فرار میں عافیت سمجھی تو پھر موصوف کس معنیٰ میں فاتح قرار پائے؟؟ مصنف نے یہاں بھی روایتی دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ فاضل بریلوی نے اتمام حجت کے طور پر حکیم الامت کے نام بہت سے خطوط لکھے، لیکن تھانوی صاحب کے سر پر جوں تک نہ رینگی، ایک خط کے جواب کی ہمت بھی نہ جٹا سکا (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

ہم ماقبل میں تفصیلاً یہ بات بیان کر آئے ہیں کہ فاضل بریلوی نے نہ تو فتوائے تکفیر سے پہلے کوئی توبہ یا رجوع کا خط لکھ پائے اور نہ ہی فتویٰ تکفیر کے بعد کوئی وضاحت کیلئے تحریر بھیج سکے، لیکن رضا خانی ہمیشہ اس دروغ گوئی کے فروغ کے لیے کمزور تنکوں کا سہارا تلاش کرتے رہے !!!!

اس مناظرہ کی روئیداد خود بریلوی سے سنیں!

"اس مرتبہ خورجہ سے فتنہ نے جنم لیا اور کلن نام کے ایک جناب جو تھانوی صاحب کے بہت معتقد تھے میدان میں نکل کر آئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام ایک تحریر بھیج دی اور اس میں بھی دربھنگی صاحب کو تھانوی صاحب کا وکیل بنا کر پیش کرکے اعلیٰ حضرت کو مناظرہ کی دعوت پیش کی۔ آپ کی بحث چونکہ اصل پیشواؤں سے تھی ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے نہیں، جو تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل تھے، ان کی وکالت پر تھانوی صاحب کی کوئی تحریر بھی نہ تھی، جس پر اعتماد کیا جاتا اور اعلیٰ حضرت یوں ہی ہر ایرے غیرے کے بلانے پر خورجہ چلے جاتے یہ جانا بے سود ہوتا، مناظرہ کرنے جب اصول کی ہمت نہیں ہو پا رہی تو فروع کی کیا حیثیت؟" (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

مصنف فتوحات نے اس تحریر پر جو عنوان لگایا ہے اسے غور سے پڑھیں:

"اعلیٰ حضرت کو خورجہ دیوبندیوں کا پیغامِ مناظرہ"

اس عنوان میں مصنف نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ فاضل بریلوی کو دیوبندیوں کی طرف سے مناظرے کا پیغام بھیجا گیا اور پھر اس پر مصنف کا تبصرہ دیکھیں کیا لکھتے ہیں:

''اس مرتبہ خورجہ سے فتنہ نے جنم لیا''

گویا موصوف کے نزدیک مسئلہ اختلافیہ پر فریق مخالف کو بیٹھک اور مناظرہ کی دعوت دینا بھی ایک فتنہ ہے، ظاہر ہے کہ جب اسے تمہاری جانب سے فتنہ کہا جاتا ہے تو تم میں سامنے بیٹھنے کی ہمت کیسے ہوتی؟؟

موصوف نے اس جگہ اہل خورجہ کی جانب سے دیے جانے والے مناظرے کی دعوت کا تو ذکر کر دیا، لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر پائے کہ کیا اس دعوت کو احمد رضا خان خان بریلوی نے قبول بھی کیا یا نہیں؟؟؟؟

اور موصوف بیچارہ یہ ثابت بھی کیسے کرتا، جبکہ احمد رضا خان برابر پہلوتہی کر رہے تھے، وہ عبارات پر مناظرہ کرنے کیلئے سامنے آنے کو تیار ہی نہ تھے، موصوف بھی فاضل بریلی کی اس گلوخلاصی اور مناظرے سے فرار کا انکار نہ کرسکے اور یوں گویا ہوئے:

''آپ کی بحث چونکہ اصل پیشواؤں سے تھی ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے نہیں تھی''۔

(فتوحات رضویہ،ص ۷۵)

(اوّلاً) سوال یہی ہے کہ فاضل بریلوی اہل خورجہ کی دعوت مناظرہ قبول نہ کرنے کا بہانہ یہ بنا رہے ہیں کہ ان کی بحث اصل پیشواؤں سے ہے تو یہ بہانہ اس لئے بھی بے کار ہے کہ فاضل بریلوی کو اصل پیشواؤں سے بات کرنے کا اتنا ہی شوق تھا تو وہ دعوتِ مناظرہ میں پہل کرتے، لیکن فاضل بریلوی نے کبھی مناظرہ کی دعوت بھی نہ دی اور جب ان کو دعوت دی گئی تو یہ بہانہ تراشا کہ میں اصل پیشواؤں سے بات کروں گا۔

(ثانیاً) مصنف مذکور اور ان کے اعلیٰ حضرت اس جگہ کیوں اصل بات کو چھپا رہے ہیں، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ بلند شہر کے اہل خورجہ اور خصوصاً جناب عبد الغنی از خورجہ اور کریم بخش عرف خلیفہ تاجر خورجہ ضلع بلند شہر نے جو احمد رضا کو مناظرہ کی دعوت دینے سے پہلے علمائے اہلسنت علماء دیوبند کو مناظرہ کی اطلاع کی تھی، جس پر علماء دیوبند کی طرف سے مناظرے کی حامی بھر لی گئی تھی اور اہل خورجہ کو دیوبند سے خط ارسال کیا گیا تھا جس میں واضح لفظوں میں لکھا:

''خان صاحب سے ہم تقریری مناظرہ کرنے کو بالکل مستعد و آمادہ ہیں''۔

اور فاضل بریلوی نے حسام میں جن چار علمائے اہلسنت کی تکفیر کی تھی ان میں سے اس وقت دو حضرات بقید حیات تھے، اس خط کے نیچے ان دونوں حضرات کے دستخط موجود تھے یعنی محدث کبیر مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔

لیکن احمد رضا خان جو اصل پیشواؤں سے بات کرنے کا بہانہ کر کے بھاگنا چاہتا تھا، یہاں جب وہ چاروں شانے چت ہو گیا اور فرار کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لی، جناب عبد الغنی خورجوی نے ایک بریلوی تاجر حافظ محمد عظیم کے ذریعہ پوری کوشش صرف کی کہ کسی طرح سے علمائے اہلسنت کے مذکورہ تینوں حضرات اور فاضل بریلوی کا

آمنا سامنا ہو جائے اور عبارات پر عوام الناس میں ڈالے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے ،لیکن فاضل بریلوی تھے کہ مسلسل بھاگم دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔

جب جناب عبدالغنی خورجوی صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی فاضل بریلوی سامنے نہ آئے تو انہوں نے مجبوراً اس پوری سعی کی روئیداد کو کتابی صورت میں **"قاصمة الظهر في بلند الشهر"** کے نام سے شائع کرا دیا۔

جو پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۲۹ھ، ۱۹۱۰ء احمد رضا خان کی زندگی ہی میں شائع ہوئی اور اس وقت جو نسخہ میرے سامنے ہے وہ "انجمن ارشاد المسلمین" کی کاوش سے ۱۳۹۹ھ، مئی ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

مصنف فتوحات رضویہ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اگر احمد رضا اصل پیشواؤں سے بات کرنا چاہتا تھا تو یہاں اصل پیشواہی تشریف لارہے تھے تو احمد رضا بھاگا کیوں؟؟؟؟

مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

"ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے (بحث) نہیں (تھی) جو تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل تھے، ان کی وکالت پر تھانوی صاحب کی کوئی تحریر بھی نہیں تھی، جس پر اعتماد کیا جاتا اور اعلیٰ حضرت یونہی ہرایرے غیرے کے بلانے پر خورجہ چلے جاتے"۔ (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل خورجہ نے احمد رضا سے رابطہ ایک بریلوی حافظ محمد عظیم کے ذریعہ سے کیا تھا اور اکابر ثلاثہ سے مناظرے کی آمادگی لے لی تھی تو مصنف فتوحات نے فاضل بریلوی کو شکست سے بچانے کیلئے اپنے ہی ہم مسلک کو ایرا غیرا بھی کہہ دیا اور اس کے علاوہ بھی کئی جھوٹوں کا سہارا لیا!!!!

اس مقام پر مصنف فتوحات نے فاضل بریلوی کی جانب سے مناظروں سے مسلسل فرار کے بعد فاضل بریلوی کی آخری شرلی نقل کی ہے جسے "کلیات مکاتیب رضا" اور "مکتوبات امام احمد رضا" میں ابحاث اخیرہ کے نام سے نقل کیا گیا ہے اس بے فائدہ اور فضول اور جھوٹوں سے بھری ہوئی آخری شرلی کو احمد رضا کے سوانح نگاروں نے بڑے دھڑنے سے نقل کرتے ہیں اور پھر حیرت یہ کہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ:

"تھانوی صاحب کے نام اعلیٰ حضرت کا یہ گرامی خامہ ابحاثِ اخیرہ سے مشہور ہے اس کا کوئی معقول جواب تھانوی صاحب تو تھانوی صاحب پوری جماعت سے آج تک نہیں دیا گیا اور نہ دیا جا سکتا ہے، ان شاللہ"۔ (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۶)

اس کے بعد مصنف نے فاضل بریلوی کے اس خط کو نقل کیا ہے، لیکن اس بریلوی مصنف کو شاید یہ پتہ نہ تھا یا جان کر انجان بن رہا تھا اور اپنی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے اس بات کو چھپا رہا تھا کہ فاضل بریلوی کی اس آخری شرلی کا فوراً جواب رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری دے چکے ہیں جو" رسائل چاند پوری جلد دوم" میں" نار الغضا في جوانح الرضا" کے نام سے فاضل بریلوی کی زندگی ہی میں شائع ہو گیا تھا۔

فاضل بریلوی کا یہ خط صاحب فتوحات رضویہ سمیت کئی بریلوی مصنفین نے نقل کیا ہے اس لئے ہم اسے من وعن نقل کرکے بے جا طوالت کے بجائے اس کے جواب میں حضرت چاند پوری کا پورا جواب ہی نقل کر دیتے ہیں!!!!

نار الغضا فی جوانح الرضا

مولوی احمد رضا خان بریلوی کی ''ابحاثِ اخیرہ'' کا جواب ہے جس میں یہ امر پیش نظر کر دیا گیا ہے کہ خان صاحب جو جواب ''اہل بلند شہر'' کو دیا وہ در حقیقت جواب نہ تھا، بلکہ مناظرے ہی سے جواب تھا، اہل بلند شہر نے خان صاحب کو یہ لکھا تھا کہ اہل خورجہ کے پاس حضرات دیو بند نے ''مستعدی مناظرہ'' کی تحریر لکھ کر بھیج دی ہے، آپ بھی اسی مضمون کی تحریر لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے۔

خان صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ ''مستعدی مناظرہ'' پر تحریر بھیج کر شرائط زبانی طے کرتے ''سوال از آسماں جواب از ریسمان'' کر دیا۔

آخر میں خان صاحب نے وہ پوشیدہ کارڈ بھی چھاپ دیا، جو جلسہ عظیم الشان دستار بندی مدرسہ دیو بند کے معاہدہ کو چھپانے اور رلانے کی غرض سے تھانہ بھون بھیجا تھا، حالانکہ اس کا جواب رسالہ ''**بئس المهاد**'' میں مفصل ہو چکا ہے، اب خان صاحب اس درجہ مجبور ہو گئے ہیں کہ معتقدین کے قائم رکھنے کے واسطے ایسے لغو اور لایعنی رسائل بھی چھاپنے لگے، ان کے معتقدین غور فرمائیں کہ جو معاہدہ جلسہ دستار بندی دیو بند میں معزز حضرات کی وساطت سے لکھا گیا تھا اس سے خان صاحب کیوں منکر ہیں، جس کا ذکر بھی نہیں کرتے یہ ہے خان صاحب کی مستعدی مناظرہ!!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہٖ تعالیٰ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا!

مولوی احمد رضا خان صاحب، مزاج شریف!

آپ کئی ماہ سے بالکل مطمئن بیٹھے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتے ہوں گے کہ کوئی مہیب آواز ''ابن شیر خدا'' کی نہیں آئی، یاد رہے، ہم آپ سے غافل نہیں ہیں، آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام احمد قادیانی کی امت سے ''مونگیر'' مناظرہ تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں، آپ کی ''ابحاث اخیرہ'' اور ''رشحۂ آخرہ'' یہ نکلتے دم کی ہچکیاں ہیں اور یہ آپ کو پچھلا نچوڑ ہے۔

خان صاحب! اب ہاتھ پیر مارنے سے کیا ہوتا ہے؟ جب آپ نے دیکھا کہ بڑے بھائی مرزا صاحب نے مجددیت کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تو آپ کے مالیخولیا نے بھی زور کیا آپ بھی دھیمے سروں میں الاپنے لگے ہیں مگر یاد رہے کہ ؎

عیب کردن راہنرے باید

آپ کو اتنی عقل نہیں ہے، مرزا صاحب پر تو صدہا اعتراضات ہوئے، لیکن چونکہ ''معلم الملکوت'' ان کا پورا مددگار تھا اور ہر وقت ''روح القدس'' کہہ کر کچھ مدد کرتا ہی تھا اس وجہ سے کچھ نہ کچھ کہہ بھی نکلتے تھے، آپ میں چونکہ پٹھانی کی ٹر اور بد دماغی بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، آپ اس استعانت سے بھی مستغنی ہو کر خود اس جہاز ضلالت کے مستقل ناخدا بن بیٹھے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنارے ہی پر تنکڑ و بیان کھانے لگے اور یاروں کے ایک ہی غوطہ میں ہوش و حواس جاتے رہے، ایک ''رد التکفیر'' ہی کے جواب میں ہو کر اپنا کفر ایسا تسلیم کیا کہ خالی **لانسلّم** بھی زبان سے نہ نکلا اور کیوں نکلے وہ تو مقصود ہی ہے، آپ کے بڑے بھائی مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو کافر کہا تھا، پس آپ نے بھی اپنے مخالفوں پر جھٹ کفر کا فتویٰ جاری فرما دیا، **الکفر ملّة واحدة تشابهت قلوبهم** کا مصداق ظاہر ہو گیا، لیکن مرزا صاحب کی

کامیابی سے آپ مغرور نہ ہوں، ہنوز دلی دور است!

انہوں نے بھی پہلے مجددیت ہی کا دعویٰ کیا تھا، جب مجددیت پر اکثر مسلمانوں نے کچھ انکار نہ کیا تب نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا، مگر جب مسلمانوں نے نبوت و رسالت کو نہ مانا اور چاروں طرف سے تکفیر شروع ہوئی آپ سمجھ گئے کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا، لہذا آپ نے مجددیت ہی پر قناعت کی، لیکن اصل مقصود یعنی امت کی تکفیر کو نہایت مضبوط ہاتھوں سے پکڑا اور اپنے مخالفین حتیٰ کہ موافقین کو بھی اپنے نزدیک کافر ہی بنا چھوڑا، مگر چونکہ بالآخر بہت سے نادان مرزا صاحب کی نبوت کے بھی قائل ہو ہی گئے ہیں اس وجہ سے آپ کو بھی سودا شروع ہوا۔ اور جیسے مرزا صاحب نے اوّل اوّل "براہین احمدیہ" میں دور دور کی باتیں کی تھیں، آپ نے بھی آہستہ آہستہ تمہید شروع کر دی، مسلمان ہوشیار ہو جائیں ملاحظہ ہو ابحاث اخیرہ، ص ۲ سطر ۶:

"مجھے میری سرکار ابد قرار حضور پر نور سید الابرار ﷺ نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے"

جناب! آپ تو اپنے ہی مسلّمات اپنے ہی فتوے کی بنا پر اسلام سے بھی خارج ہیں، پھر آپ کو سرور عالم ﷺ نے اس خدمت پر مامور فرمایا چہ معنی دارد؟؟ پھر آپ کو مامور فرمانے کا کس طریقہ سے علم ہوا؟؟ کسی آیت قرآنی میں اشارہ ہے یا کوئی الہام ہوا ہے؟ کیونکہ اب مرزا صاحب کے ملہم کو فراغت ہے شاید آپ ہی پر "روح القدس" ہو کر نازل ہو گیا ہو! کیا یہ نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ نہیں ہے؟ ایسے لوگوں کے واسطہ سرور عالم ﷺ نے جہنم میں ٹھکانہ بنانے کا ارشاد نہیں فرمایا؟ آپ یوں کہیں کہ "مجھے مامور فرمایا" اس کا ثبوت عمومات سے تو بے کار ہے یا تو قرآن وحدیث میں مرزا صاحب کی طرح استعارات اور مجازات سے کام لیجئے وہ تو "غلام احمد" ہو کر معاذ اللہ احمد و محمد بن بیٹھے اور آپ کا تو نام بھی "احمد رضا" ہے۔ **فانظر الی اٰثار ختم اللہ کیف عمت قلوبکم و احاطت عقولکم** یا دعوائے الہام اور وحی فرمائیے بے اس کے چارہ نہیں!

پھر ملاحظہ ہو "ابحاث اخیرہ" ص ۲ سطر ۱۴:

"میری سرکار نے مجھے پہلے ہی سنا دیا تھا"

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًاؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

کیوں جناب! یہ آیت آپ کو سرکار ﷺ نے کب سنائی تھی؟ ہاں ہاں الہام کی تھی؟ وحی کی ابتدا یوں ہی ہوتی ہے۔

دیکھو "براہین احمدیہ" مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی پہلے پہلے آیات قرآنی کا یوں ہی الہام ہو کر وحی شروع ہو گئی تھی، فنا فی الرسول ہو کر رسالت بروزی اور ظلی کی بنیادیں یوں ہی قائم ہوتی ہے۔

مسلمانو! مولوی احمد رضا خان صاحب اور سرکار ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی تھی، ذرا اس کلام کے پہلو غور سے سوچنے چاہئیں! ؎

کوئی مطلوب ہے اس پردہ نگاری میں

پھر ملاحظہ ہو "ابحاث اخیرہ" ص ۳ سطر ۱۱:

"سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی"

جی ہاں! مرزا صاحب آپ سے زیادہ سرور عالم ﷺ کی تعظیم وتکریم ظاہر کرتے ہیں، ان کے الفاظ دیکھئے تو بالکل فنافی الرسول ہی معلوم ہوتے ہیں، سب دجالوں کا یہی حال ہوا ہے کہ سرور عالم ﷺ ہی کی محبت وعظمت ظاہر کرکے مسلمانوں کو تباہ کیا، اگر یہ دام نہ ہو تو مسلمان کیسے پھنسیں؟ مسلمان تو آپ ہی کی محبت ظاہر کرنے سے قابو میں آتے ہیں، ﷺ!

چنانچہ یہی دام آپ نے پھیلا کر سنت ہی نہیں بلکہ اسلام کی جڑ بھی کاٹنی شروع کر دی ہے، آپ نے میدان خالی پایا ہے، دیکھئے اب کیا گل کھلتا ہے؟ مگر بفضلہٖ تعالیٰ خادمانِ سنّت مسلح موجود ہیں، ایک نہیں تیسوں کے واسطے لاحول موجود ہے، خدا چاہے سب کے چراغ گل ہوں گے، آپ بھی دل کی ہوس ضرور نکالیں، بدعتی اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت؟ نقل مشہور ''وہ کرے جلیبیوں کی حفاظت'' اور آپ کے سپرد ہو دین کی خدمت؟ خان صاحب خفا نہ ہوں، بجز تکفیر اہل اسلام آپ سے اسلام کی کونسی خدمت اور اعانت وحمایت ہوئی ہے؟ مخالفان اسلام سے آپ نے کس قدر مباحثہ کئے؟ آریہ، عیسائی، مرزائی، نیچری وغیرہ وغیرہ کے ردّ میں کس قدر رسائل تحریر فرمائے؟ سوائے شیخی اور تعلّی کے آپ سے کیا ظہور میں آیا؟ ہاں سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کے مٹانے میں آپ نے بے شک وہ کوشش کی کہ

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مرزا صاحب اور آپ دونوں ایک ہی صدی کے مجدد ہیں، بجز تکفیر اہل اسلام اور باہم فتنہ واختلاف کے اور کچھ بھی آپ صاحبوں سے ظہور میں نہ آیا، چونکہ آپ کی ابحاث اخیرہ اور رشحہ اخیرہ یہ پچھلا زور ایک ہی ہے، اس وجہ سے بالفعل دونوں کا ایک ہی جواب عرض ہوتا ہے، ضرورت ہوئی تو مفصل عرض داشت پیش کی جائے گی۔

جناب خان صاحب! یہ تو فرمائیے کہ یہ خط آپ نے پلینگ میں لکھا ہے یا بدمستی میں؟ آخر معاملہ کیا ہے؟ اہل خورجہ اور اہل بلند شہر میں یہ معاہدہ قرار پایا تھا کہ تم حضرات دیوبند سے متعدی مناظرہ پر تحریر منگا لو، ہم مولوی احمد رضا خان صاحب سے متعدی مناظرہ پر تحریر منگا لیں گے، پھر تاریخ متعین کرکے عام اعلان دے دیا جائے گا، ہر دو فریق مناظرہ کرلیں گے اور حق واضح ہو جائے گا، جیسے حضرات دیوبند سے حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب فخر العلماء، اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب رئیس المتکلمین اور حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب سید الواعظین دامت برکاتہم نے اپنی متعدی مناظرہ کی تحریر اہل خورجہ کے پاس بھیج دی تھی، جو رسالہ ''**قاصمة الظهر فى بلند شهر**'' میں چھپ گئی ہے، آپ بھی اپنی تحریر متعدی مناظرہ پر اہل شہر کو دے دیتے، اس سیدھی بات کو اس قدر اینچ پینچ میں ڈالنا اس کا کیا معنیٰ؟ حضرت مولانا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں یہ خط لکھنا اس کا کیا حاصل؟ چنانچہ آپ کی اس تحریر کی نامعقولیت کو خود اہل بلند شہر نے تسلیم کرلیا اور آج تک تھانہ بھون نہ لے گئے اور یہ کہہ دیا کہ:

''بے شک یہ تحریر ہماری تحریر سے بے تعلق ہے''

جس کی مفصل کیفیت رسالہ ''قاصمة الظهر فی بلند شہر'' سے ظاہر ہے۔

اہل بلند شہر آپ سے متعدی مناظرہ پر تحریر طلب فرمائیں اور خط لکھا جائے حضرت مولانا ممدوح کو! عجیب الٹی منطق ہے، آپ مولانا ممدوح کو ہزار عرائض لکھیں، مگر حافظ محمد عظیم صاحب بلند شہری کو اہل خورجہ کے روبرو آپ نے ایسا ذلیل کیا ہے کہ قیامت تک وہ اس ذلت سے انکار نہیں کر سکتے، آپ اپنی متعدی مناظرہ کی تحریر اہل بلند شہر کو پہلے دیتے پھر جو لکھنا تھا لکھتے۔

خان صاحب! بلند شہر کی ہار اور آپ کا فرار ایسا ہے کہ قیامت تک نہیں دھل سکتا اور ابھی کیا ہے؟ مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی جو مجمع عام میں آپ سے مناظرہ کرانے کا وعدہ کر گئے تھے اور آپ کو انہوں نے خط بھی لکھا تھا، مگر آپ نے ان کو جواب نہ دیا، ابھی تو وہ شائع ہوگا، آپ ان حیلے حوالوں سے جان نہیں بچا سکتے۔ اس خط سے کیا شدنی ہے فرمایئے؟ یہ "ابحاث اخیرہ" آپ کیلئے ذلت جلیلہ ہوئے یا نہیں؟ دنیا بھر کی تکفیر اور مناظرہ فقط حضرت مولانا تھانوی صاحب سے ہو؟؟ آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہے؟ کچھ تو حیا سے کام لیجئے۔ آپ سے تو آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام احمد قادیانی ہی چلتے ہوئے ثابت ہوئے، جب ہی تو انہوں نے مجددیت سے چٹ چٹ نبوت اور رسالت کا مدعی ہو کر ایک نئی امت بنالی اور آپ بدقسمتی سے مجددیت ہی کے پہلے سبق میں غائیں غائیں کر رہے ہیں اس میں آپ رنج نہ فرمائیں ؎

سب حسینانِ جہاں کی ایک سی قیمت نہیں

آپ کیلئے یہ مجددیت ہی بہت ہے، "**ثلاثون**" میں آپ دونوں داخل ہیں، البتہ چھوٹے بڑے بھائی کا فرق ضرور ہے۔

قولہ: "اصحاب" فقیر نے آپ کی طرف ہر قابل جواب اشتہار کے جواب دیے، الخ "ابحاث اخیرہ۔

جی ہاں! کیوں نہیں مرزا صاحب کی طرح آپ کے یہاں بھی "اصحاب" ہونے لگے، ابھی تو ابتدا ہی ہے بعدہٗ الف گرا دیجئے، برسات بعد "ماء الجبن" ضرور لیجئے ورنہ دیکھئے یہ سودا کہاں تک پہنچے گا؟ خان صاحب! **الکلوب قد یصدق** یہ تو آپ نے خوب ہی لکھا کہ ہر قابل جواب اشتہار کا جواب لکھا اور جن کا جواب نہیں لکھا وہ بے شک آپ کے نزدیک بھی ضرور لاجواب ہیں، مگر جس کو آپ نے قابل جواب سمجھا ہے، یہ بھی آپ کی محض غلطی ہے اس طرف کا کوئی رسالہ اور اشتہار بھی بفضلہٖ تعالیٰ قابل جواب نہیں، ان میں وہ پختہ باتیں لکھی گئی ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہی انصافاً قابل جواب نہیں ہے، سب لاجواب ہیں۔

قولہ: مگر جناب کے مہذب عالم، مقدس متکلم مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب دیوبندی کے کمال شستہ دشنام نامہ "بریلوی چپ شاہ گرفتار" کی نسبت قطعی ممانعت کر دی، جس کا آج تک ادھر والوں کو افتخار ہے"۔ (ابحاث اخیرہ)

خان صاحب! کچھ تو شرم سے کام لیجئے، اس "ابحاث اخیرہ" اور "رشحہ اخیرہ" کو کسی سے دکھلا لیجئے آپ اس پیرانہ سالی میں ایسے فحاش و بدگو ہیں کہ اس لت کا چھوٹنا آپ سے محال ہے، آپ کس منہ سے دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں؟ آپ اپنی بدزبانی سے توبہ کیجئے، پھر اس طرف سے خدا چاہے ایک لفظ بھی خلاف طبع نہ ہوگا، دوسروں کے بڑوں کو کھوٹی کھوٹی گالیاں دو، پھر ان کے خدام کچھ لکھیں تو رونا شروع کر دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے؟؟

خان صاحب! ابھی کیا ہے ؎

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کیا "بریلوی چپ شاہ گرفتار" ہی لاجواب ہے، اسی کے جواب کی نسبت آپ نے قطعی ممانعت فرمادی ہے، فرمائیے تو سہی؟ **۱/ اسکات المعتدی... ۲/آخری اتمام حجت... ۳/بئس المھاد... ۴/انصاف البری...۵/رد التکفیر... ۶/** نو ہزاری اشتہار... **۷/** عبدالغنی کی ہوس خام... **۸/الطین اللازب علی الاسود الکاذب... ۹/قاصمة الظھر فی بلند شھر... ۱۰/القسورہ علی الحمر المستنفرہ... ۱۱/رجوم المدنبین... ۱۲/الشھاب الثاقب علی**

المسترق الکاذب... ۱۳/تنزیہ الالٰہ السبّوح عن عیب کذب مقبوح... ۱٤/السہیل علی الجعیل... ۱۵/احدی التسعۃ و التسعین علی الواحد من الثلاثین... ۱٦/الجھد المقل... ۱۷/زجر المنّاع... ۱۸/اثبات القدرۃ الالٰہیہ باقامۃ الحجّۃ الالہامیہ... ۱۹/ابطال الادلّۃ الواھیہ باثبات القدرۃ الالٰہیہ وغیرہ رجسڑیوں اور اشتہاروں کا جواب کس نے دیا ہے اور کیا؟؟

فرمائیے! کچھ شرم وحیا ہے یا نہیں؟ کیا فضول بے تکی ہانک دینا اس کا نام بھی جواب ہے؟ خیر یہ ہی سہی، مگر نام تو لیجیے، تب حقیقت کھلے گی، خان صاحب یہ جھوٹ اور ہمارے ساتھ؟ ابھی تک آپ کے ہوش وحواس درست نہیں ہوئے ہیں؟ ابھی تک جھوٹ سے باز نہیں آئے؟ چور کا منہ چاند سا ؎

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

اب تذکارات کے اظہارات ملاحظہ ہوں:

(۱)...... آپ خوب جانتے ہیں کہ کس قدر رسائل مذکورہ وغیرہ آپ کے رد میں شائع ہوئے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ لا جواب رہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لا جواب رہیں گے۔

(۲)...... آپ مناظرہ کا نام سنتے ہی بے ہوش ہو گئے، سوائے ہائے ہائے **لا ادری** کے یہ بھی نہ کہہ سکے کہ میں مناظرہ نہ کروں گا۔

(۳)...... ''اسکات المعتدیٰ'' کے سوالات میں ایک کا بھی جواب نہ دیا، رسائل کی رجسڑیاں گئیں واپس کی گئیں۔ ''پانچ ہزار'' کا اشتہار بھی دیا گیا، مگر بجز اقرار کے انکار نہ کر سکے۔

(۴)...... جو آپ کے وکیل ہو کر گئے تھے بمقابلہ رؤسائے عظام ان سے معاہدہ ہوا، مگر آپ نے صاف ہضم کر لیا۔

(۵)...... رؤسائے عظام کے مواجہہ میں ان کے دستخطوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا، اس معاہدہ کو تو بالکل ہضم کر گئے اور جدید مضمون کا خط لکھ کر اس کی تصدیق حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم سے کرانا خلافِ **تدیُّن** اور کس قدر بد دیانتی اور معاہدہ سے گریز تھا، اس کا جواب مولانا ممدوح کیا ارشاد فرماتے جو وکیل تھا اس نے فوراً جواب دیا، اگر آپ کو تامّل تھا تو انھیں رؤساء سے دریافت فرما لیتے جن کو پہلے خط لکھا تھا اور جن کے ذریعہ سے معاہدہ ہوا تھا، جن کے دستخط اُسی معاہدہ پر ہوئے ہیں۔

(٦)...... مولوی رضا علی صاحب کے خط کا جواب رسالہ ''**السہیل علی الجُعیل**'' میں ملاحظہ ہو۔

(۷)...... آپ نے جب ہماری رجسڑیوں کو واپس کیا تو ہم نے ''پانچ ہزار کا اشتہار'' دیا کہ کوئی اس کی تغلیط کرے، مگر کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ جو ایک توڑا بھی لیتا، لیکن سندی نعل مبارک سلامت رہے پھر روپوں کی کیا کمی، مجد دہی جو ٹھہرے!

(۸)...... ''انتصاف البریٰ'' کے مضامین پر ''چار ہزار کا اشتہار'' دیا کہ جن مضامین کفریہ کی صراحت کا دعویٰ کیا ہے اُن کی صراحت بعبارتِ مذکورہ دکھا دو تو ''چار ہزار'' پیش کروں گا، آنکھ بند کر کے ہاتھ تو بہت پھیلائے، مگر ایک بھی نہ ملا، فرمایئے کتنا ڈبل گریز ہے؟ ہمت ہے تو اب مستعد ہو جاؤ۔

(۹)...... ''صاحب سیف النقی'' اپنی کتاب کے خود ذمہ دار ہیں، وہ ''النعل الاکبر'' کا آپ کو اعلان دے رہے ہیں، ان کے جوابوں کا

مطالبہ انھیں سے ہونا چاہیئے یا آپ کے پیر بھائی مولوی بدرالحسن صاحب سے۔ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، آپ جائیں اور وہ!! اگر وہ جھوٹے ہیں تو اغلب ہے کہ یہ کارروائی خود آپ ہی نے اپنے بھائی صاحب سے کرائی ہوگی، ہمارے جوابوں کا ہم سے مطالبہ کرو تب حقیقت معلوم ہو،مگر یہاں تو زبان ہی بالکل بند ہے، چپ شاہ بریلوی ہی کیوں ہوئے!!

(۱۰)......الحمدلوجہہ تعالیٰ حق ظاہر ہوگیا کہ کون مناظرہ پر مستعد ہوااور کون بھاگا؟ کس نے جواب نہ دیا؟ کس نے طلب کرنے پر بھی اپنے رسائل نہ بھیجے؟ (جس پر فرضی اور بے جا ناز ہے) کس نے رجسٹریوں کے جواب نہ دیے؟ تمام دنیا کی تکفیر کر کے کسی سے مناظرہ نہ کیا، جان بچانے کے واسطے یہ کہہ دیا کہ میں تو فقط ایک ہی سے مناظرہ کے لیے تیار ہوں اور کسی سے مناظرہ نہ ہوگا۔شرم!شرم!!شرم!!!!

خان صاحب! تمام دنیا کی تکفیر کر کے مناظرہ فقط ایک سے کرنا وہ بھی فقط زبانی کہنے کے لیے، یہ ایسا الزام ہے جس کو آپ کبھی نہیں اٹھا سکتے۔آپ کا یہ کہنا کہ حضرت تھانوی صاحب دامت برکاتہم، مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے قائم مقام کیے گئے ہیں۔

اوّل تو یہ آپ کا دجل اور کذبِ محض ہے، کس نے ان کو سجادہ نشین اور قائم مقام بنایا؟

دوسرے اگر یہ بات صحیح بھی ہوتی تب بھی مناظرہ خاص انھیں سے کرنا اس کے کیا معنیٰ؟

آپ نے ''تحذیرالناس'' میں سے عبارت ملتقط کی، ایک فقرہ صفحہ (۱۴) کا اور دوسرا صفحہ (۲۸) کا، تیسرا صفحہ (۳) کا، پھر کوئی علامت ایسی نہیں دی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عبارت ملتقط یا ملخص ہے؟ گویا مسیلمہ کذاب کے قائم مقام بن کر یہ کہنے کا طریقہ نکال دیا کہ کوئی مسیلمہ کذاب ثانی یہ کہہ سکتا ہے کہ

﴿ان الّذین امنوا وعملوا الصالحات اولئك اصحاب النار هم فیها خالدون﴾

قرآن میں موجود ہے، علیٰ ہٰذاالقیاس ایک آیت کہیں کی لی اور ایک کہیں کی اور مضامین کفریہ بنا کر یہ کہہ دے کہ دیکھو قرآن میں یہ مذکور ہے، جیسے کہ آپ نے ''تحذیرالناس'' کی عبارت میں دجل جائز رکھا ہے، اسی طرح کوئی مسیلمہ کذاب یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ فرمایئے کذاب کون ہوا؟ یہ ہے آپ کا ایمان اور اسلام اور مجدد ہونا!!!!

فرمایئے! مرزا صاحب کے آپ چھوٹے بھائی ہوئے یا بڑے؟

تذکارات کے تو مختصراً اظہارات ہو چکے، اب استفسارات پر غور فرمایئے:

(۱)......آپ پر اور آپ کے جملہ معتقدین متبعین پر جو ''حسام الحرمین'' اور آپ کی تصنیفات کی رو سے کفر کا فتویٰ ہوا ہے، کیا آپ اس کے اٹھانے کے لیے آمادہ ہیں؟ یا آمادہ ہو سکتے ہیں؟؟؟؟

(۲)......کیا آپ بحالتِ صحتِ نفس وثباتِ عقل ونہ ہونے بدحواسی وعدم اکراہِ معتقدین وعدمِ خوف انحراف جہّال اہل بدعت کے یہ اقرار کرتے ہیں کہ سوالات ''اسکات المعتدی'' اور ''انتصاف البریٰ'' اور ''ردّالتکفیر'' کے جوابات دیں گے اور اُن پر جو شبہات بعد کو پیدا ہوں گے ان کے بھی جواب برابر دیتے رہیں گے، حتیٰ کہ واضح ہو جائے؟

(۳)......کیا آپ اس پر اکتفا فرمائیں گے یا ''جہد المقل'' اور ''اثبات القدرۃ الالٰہیۃ'' ''وابطال الادلۃ الواہیۃ'' اور ''زجر المناع'' اور ''تنزیہ الالٰہ السبوح'' اور ''رجوم المذنبین'' اور ''الشہاب الثاقب'' اور ''اہدی المتسعۃ والتسعین'' کے بھی علی الترتیب جواب دیں گے؟

(۴)......اگر آپ اپنا اور اپنی جماعت کا کفر تسلیم فرمالیں تو آپ کو اختیار ہے، پھر کچھ مطالبہ نہیں، ورنہ "ردّ التکفیر" اور "احدی التسعۃ والتسعین" کا جواب آپ کے ذمہ ہے،اس سے سبکدوشی ممکن نہیں ہے!!!!

(۵)......میرا وکیل ہونا تو جلسہ مراد آباد میں ہزار ہا آدمیوں کے روبرو بھی حضرت مولانا تھانوی صاحب دامت برکاتہم فرما چکے ہیں، اس کے علاوہ رؤسائے عظام اس کے شاہد ہیں، نہ اس وکالت سے آپ انکار کرسکتے ہیں اور اِس معاہدہ سے گریز کا الزام قیامت تک اٹھاسکتے ہیں، ہاں آپ یہ لکھ دیں کہ ہم نے محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر جلسۂ دیوبند میں نہیں بھیجا تھا وہ جھوٹے ہیں، قصہ ختم ہے، یہ سب کچھ ہے، مگر خان صاحب آپ اس معاہدہ کو چھپاتے کیوں ہیں؟ آپ نے تو اپنے خط میں معاہدہ کا ذکر ہی نہیں کیا، آپ نے تو ایک سماعی بات لکھی تھی وہ فولادی تحریر کیسے ہضم ہوسکتی ہے؟

(۶)......جب بندہ وکیل ہے تو وکیل کو بے شک استحقاق ہے کہ جس لائق آپ ہیں اس کے موافق آپ سے تخاطُب کرکے آپ کی تسلی کردے، میرے خط کا مجھ کو جواب نہ دینا، یہ بے شک آپ کا فرار ہے، کیا ہم کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ محمد حسین صاحب کی وکالت کی نسبت آپ سے تصدیق کرتے؟؟

مگر چونکہ جناب شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھ نے ان کی تصدیق فرمائی کہ یہ سچے آدمی ہیں، لہٰذا ہم کو یقین ہوگیا کہ اور یقین ہے کہ ضرور آپ نے ان کو وکیل بنا کر بھیجا تھا، جس کے موافق انھوں نے معاہدہ لکھا، مگر چونکہ وہ معاہدہ آپ کے لیے قیامت تھا، اس وجہ سے کہاں تو ریمان لال کورتی آپ کے شفیع تھے، کہاں ان کے دستخطوں کا بھی اعتبار نہیں اور معاہدہ کا مطلق ذکر ہی نہیں، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

یہ تو کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب آخر کیا طے کرا کر گئے تھے؟؟

(۷)......"سیف النقی" کا مصنف خود اپنی تصنیف کا ذمہ دار ہے، چنانچہ "النعل الاکبر" کا اشتہار وہ آپ کو دے رہا ہے، پھر اس کی نسبت کسی دوسرے سے گفتگو لاحاصل اور فضول نہیں تو اور کیا ہے؟ یا اپنے پیر بھائی جناب مولوی حکیم بدر الحسن صاحب کو لکھئے وہ جواب دیں گے۔

(۸)......"سیف النقی" اگر کسی نے اپنے مفید مدعیٰ جان کر طبع کرائی یا وہ فروخت کرتا ہے تو اس پر کیا جرم ہے؟ یا کوئی تاجر مصنف کے جوابوں کا ذمہ دار ہے؟ کیا آپ کے "ابحاثِ اخیرہ" کا یہی حاصل ہے کہ ایسی دور از کار باتوں میں وقت ضائع کیا جائے بلند شہر کے لوگوں کا، اور یہ جواب، واہ ری مجددیت، جیسی روح ویسے فرشتے، خان صاحب! کچھ تو شرم کرنی چاہیئے۔

(۹)......خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کی قسم کھا کر کہو کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے یا غلط؟ فرمائیے مناظرہ سے آپ بھاگے یا ہم؟ آپ دنیا بھر کی تکفیر فرمائیں اور جو کوئی مناظرہ کا مطالبہ کرے اس کو جواب نہ دیا جائے یا بہت مطالبہ کے بعد جواب دیا جائے تو یہ کہ میں تو ایک حضرت تھانوی صاحب دامت برکاتہم ہی سے راضی ہوں، وہی کریں جس طرح چاہیں کریں، خود کریں یا اُن کا وکیل کرے، مگر آپ وکیل سے بھی ناخوش ہیں وہی کریں اور کسی کو اجازت نہیں!!

خصم تو تمام دنیا کو بنایا، مگر راضی فقط ایک ہی سے ہیں، کیوں جناب! یہ ہی حیا ہے، یہ ہی شرم ہے؟ مسلمانوں پر اتہام لگاؤ، تکفیر کراؤ، پھر مطالبۂ مناظرہ پر سکوتِ محض، جواب ندارد، تمام مسلمان مطالبہ کریں، مگر

؎ خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید

ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک آنکھ اندھی ایک کانی، شرم وحیا تہذیب نہ دارد، دوسروں کے بڑوں کو بجائے جنابَ کے" خباب" بجائے جیم ونون کے" خاء-باء" لکھو، پھر تہذیب کا دعویٰ، مسلمان بغور ملاحظہ فرمالیں کہ ہر جگہ ہمارے اکابر کو بجائے" جناب" کے خانصاحب نے" خباب" لکھا ہے۔

یہ ہے دجّالی تہذیب، رجسٹریاں واپس، خطوط ہضم، رسائل نگل کر ڈکار بھی نہ لی جائے، اشتہارات کا جواب نہ دارد، پھر مناظرہ کا دعویٰ،" الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔

جلسۂ اعظم دستار بندی دیوبند میں اپنا وکیل بنا کر محمد حسین صاحب کو بھیجو، رؤساء لال کورتی کو خط لکھو، انہی کی وساطت سے ان کے دستخطوں سے معاہدہ ہو، اُس کا ذکر تک بھی نہ ہو، نیا مضمونِ معاہدہ گھڑ کر حضرت مولانا تھانوی صاحب دامت برکاتہم سے تصدیق چاہو، پھر بھی مناظرہ کا شوق ظاہر فرماؤ، آپ ہی جیسے حیادار کا کام ہے!!!!

اہلِ خورجہ اور اہلِ بلند شہر کے معاملہ میں تحریر طلب کریں اہلِ بلند شہر، اور خط لکھو تھانہ بھون؟ ماشاء اللہ کیا اچھا مناظرہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو تحریر حضرات دیوبند نے اہلِ خورجہ کے پاس بھیجی تھی وہ یہاں نقل کر دی جائے، تاکہ ناظرین انصاف فرمالیں کہ یہ آپ کی تحریر بجا ہے یا بے جا؟ مناظرہ کی طلب ہے یا مناظرہ کے نام سے آپ کو موت نظر آتی ہے؟؟؟؟

نقلِ تحریر حضرات دیوبند جو اہلِ خورجہ کے پاس بھیجی گئی:

باسمہٖ تعالیٰ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

"فوٹو کا فتویٰ منسوب بجانب حضرت مولانا مولوی حافظ رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہٗ العزیز، بعض عباراتِ "تحذیر الناس" و" براہین قاطعہ" و" حفظ الایمان" کی وجہ سے جو ہم پر اور ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر، مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے الزام واتہام توہین خداوند عالم جل علیٰ شانہٗ، وتوہین جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کا لگا کر تکفیر کی اور کرائی ہے امورِ مذکورہ میں خان صاحب سے ہم تقریری مناظرہ کرنے کو بالکل مستعد وآمادہ ہیں، بقاعدۂ مسلم خان صاحب" الاہم فالاہم" ان مسائل کے طے ہونے کے بعد اور بھی جو اُن کے اور ہمارے درمیان مسائل مختلفہ ہیں، گفتگو کے لیے آمادہ ہیں، خان صاحب بھی اپنی تحریر مستعدی مناظرہ کے بارے میں بھیج دیں، فقط۔

اگر مناظرہ کے وقت کسی کو کوئی عذر پیش آوے تو وہ اپنا وکیل باضابطہ پیش کرے گا جس کا ساختہ پرداختہ عین مؤکل کا سمجھا جائے گا۔

خلیل احمد بقلمِ خود　　　بندہ محمود عفی عنہ　　　اشرف علی عفی عنہ بقلمِ خود

☆☆☆☆

اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ خان صاحب کی تحریر بجا ہے یا بے جا؟ حق ہے یا باطل؟ اس کا جواب تو فقط اس قدر تھا کہ" میں بھی مناظرہ کے لیے تیار ہوں" یہ دوراز کار باتیں جو اس خط میں بھری ہوئی ہیں ان سے کیا تعلق؟ وقت پر جو شرائط طرفین میں طے ہو جائیں اس پر فریقین کاربند ہوتے، غضب تو یہ ہے کہ خان صاحب اپنے خصموں کو بھی اپنا معتقد ہی سمجھ لیتے ہیں اور حکم نامہ بھیجتے ہیں کہ یوں ہوگا اور یوں نہ

ہوگا، مجھ سے یوں مناظرہ کرلو۔

آپ "رشحۂ اخیرہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ ان شرائط کے سوا کوئی بات مسموع نہ ہوگی، بے ان کے قبول کے اب ہم بھی آپ کی کوئی تحریر نہ لیں گے، تابہ اذناب چہ رسد۔"

اجی جناب! ذرا پردہ سے تو باہر آئیے! شرائطِ مناظرہ ہی میں بات چیت ہو، تب بھی حقیقت معلوم ہوجائے گی، خدا چاہے آپ بھی فرمائیں گے کہ پہلے انکار تھا اب جس طرح چاہے کرلو، پہلے یہ تو فرما دیجیے کہ "ظفر الدین الطیب" وغیرہ کس شمار و قطار میں ہیں، کس کے رسائل ہیں؟ کیا اس کے مصنف آپ ہیں یا طالبِ مناظرہ خود ہوئے تھے؟ آپ وہ رسائل پیش فرمائیے جس کے مصنف آپ ہوں، پھر ہم جواب پیش کریں گے، مرد ہو کر بات کہو، تب جواب پورا ملے گا، گھر میں بیٹھ کر حکم لگانے سے کام نہیں چلتا کہ ہم سے خاص اور طرح کرو تو راضی ہوں ورنہ اور کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔ اجی جناب جناب! خصم سے بھی تو دریافت کرلیجیے کہ وہ کس طرح کرے گا، پھر فرمائیے کہ یوں کرو۔

اس کے بعد آپ دوسرا خط نقل فرماتے ہیں، جس کی سرخی میں ہماری وکالت کو "ساختہ" اور معاہدہ کو "سازش" تحریر فرماتے ہیں، گو اس کا جواب رسالہ "**ہنس المهاد**" میں ہو چکا ہے، مگر آپ کی مزید تسلی کے لیے یہاں پر اس معاہدہ کو نقل کیے دیتے ہیں۔

نقلِ معاہدہ

"منجانب مولوی محمد حسین صاحب بریلوی وکیل منجانب مولوی احمد رضا خان صاحب فریق اوّل، و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب وکیل منجانب مولوی اشرف علی صاحب فریق دوم، دربارہ امور اختلافی فریقین میں یہ امر قرار پایا کہ مباحثہ منجانب فریقین بمقام دہلی بوقتِ مقررہ جو بعد میں طے کیا جائے گا عمل میں آوے گا۔ مفصل تصریح امور متنازعہ و دیگر شرائط بذریعہ اشخاص مقررہ جن میں دو دو منجانب ہر فریق اور ایک سرپنچ مقبولہ فریقین مقرر کیے جائیں گے، طے کیے جائیں گے۔ ہر فریق کو اختیار ہے کہ مناظرہ خود کرے یا اپنا وکیل مقرر کرے، لہٰذا یہ یادداشت لکھ دی کہ سند ہو، تحریری مناظرہ ہوگا مثل نگینہ کے۔"

العبد کمترین محمد حسین عفی عنہ (وکیل منجانب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)			العبد بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ (وکیل منجانب مولانا اشرف علی صاحب)	
گواہ شد وحید الدین	گواہ شد عبد الغنی		گواہ شد یوسف	گواہ شد بشیر الدین انریری مجسٹریٹ

نقل معاہدہ محررہ جلسۂ اعظم دستاربندی دیوبند

☆

ناظرین کرام! انصاف فرمائیں کہ کیسا صاف اور پختہ معاہدہ ہے، جو ایسے جلیل القدر حضرات کے روبرو لکھا گیا ہے کہ پہاڑ ٹل جائے گا، مگر وہ نہیں ٹل سکتے اور تماشا یہ ہے کہ خود خانصاحب ہی نے ان رؤسا کو وسیلہ قرار دیا تھا، پھر انہیں کا لکھا ہوا دستخطی خاص معاہدہ اس کو "فرضی اور سازشی" کہا جاتا ہے، پھر خط میں کہیں اس کا ذکر تک بھی نہیں، ایک سماعی قول بیان فرمایا جاتا ہے، وہ بھی مضمون معاہدہ کے بالکل خلاف۔ سچ ہے کہ "دجال" "کذاب" ہی ہوتا ہے، اس کو صدق سے کیا تعلق؟؟؟؟

اس کا جواب بندہ نے خان صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، جس کو سال بھر سے زیادہ عرصہ ہوگیا، جواب ندارد، اور خدا چاہے قیامت تک لاجواب رہے گا۔ یہ ہے وہ فولادی معاہدہ جس کو آپ نہ نگل سکیں، نہ ہضم کر سکیں، اسی سے تو ایلاؤس ہوگیا ہے، جو یہ نجاست آلودہ مضامین تحریر فرماتے ہو۔

خان صاحب! ہم بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی نبض کو خوب پہچانتے ہیں، ہم سے اور چالاکی؟ وہ دن گئے جو لوگ آپ کے دھوکوں میں آگئے تھے، مکر و حیلہ چھوڑیئے، پہلے اپنا اسلام و ایمان ثابت کیجیے، بشرطیکہ آپ اپنے نزدیک مسلمان ہوں اور اپنا اسلام و ایمان پیارا ہو اور اگر ایمان ہی نہیں تو خیر، اس کا صاف اعلان کر دیجیے، ایمان و کفر کا معاملہ ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے، ورنہ اس میں سکوت آپ کے کفر کا اقرار سمجھا جائے گا۔ بعدہٗ جو الزامات "حسام الحرمین" میں آپ نے لگا کر تکفیر کرائی ہے، اس پر بشرائط "انتصاف البری" گفتگو کر لیجیے، جب آپ کو اب وکالت منظور نہیں تو بہت اچھا ہم کو بھی وکالت منظور نہیں، ہم بھی آپ ہی سے گفتگو کریں گے، اگر کچھ ایمان، اسلام، علم، دیانت ہے تو مستعد ہو جاؤ، ورنہ فضول غائیں غائیں کرنے سے کیا فائدہ؟

الحمدللہ تعالیٰ کہ حق اہلِ حق و انصاف پر واضح ہوگیا ہے، آپ کے گھر کا مطبع ہے کمانے کے طُرق متعدد ہیں جو چاہے لکھیے، مگر یاد رہے کہ اب مسلمان آپ کے مکر سے خبردار ہو گئے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین

☆

خان صاحب! آپ کو بشارت ہو کہ "**قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین**" بھی عنقریب حاضر خدمت ہونا ہے، جس میں واقعی قطع وتین ہی کر دیا ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب حجۃ الاسلام، وحضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب رشید الاسلام نور اللہ تعالیٰ مرقدہما کی تحریر اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب، وجناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم، وحضرات مدرسین و مہتممین مدرسہ عربیہ دیوبند کے فتویٰ مہری اس میں مطبوع ہیں کہ خان صاحب نے "حسام الحرمین" کے اندر جو ہم لوگوں پر اتہام کفر برپا کیا ہے ہم اس سے بَری اور پاک ہیں۔

فرمائیے! اب آپ کیا کریں گے؟ یہ حضرات تو بَری ہو گئے، مسلمان ہو تو اپنا اسلام بھی ثابت کر دو، ورنہ اقراری کفر ثابت ہو جائے گا۔ خان صاحب! مضمون بدلا نہ ہوگا تو آپ کیا لکھیں گے؟ گالیاں لکھنے سے توبہ فرمائیے اور ٹھکانے سے جواب دیجیے، ہم تہذیب سے ایسے گفتگو کریں گے کہ اس کو بھی خلقت دیکھ لے گی، ذرا مضامین کے میدان میں قدم رکھیے، تب آپ کی قابلیت مجددیت سب اچھی طرح ظاہر ہو جائے گی، گو حق اب بھی اہلِ حق پر واضح ہوگیا ہے۔

العارض

بندہ محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری

مدرّس مدرسہ عالیہ عربیہ حنفیہ دیوبند

☆☆☆☆

فاضل بریلوی نے اس خط "ابحاث اخیرہ" میں خط کے شروع میں اپنی عوام کو اور متعلقین کو "میری عوام بھائی" کہہ کر انہیں "بھولی بھیڑیں" کہا، بلکہ "تمہید ایمان" اور "فتاوی رضویہ" میں جگہ جگہ ایسا کہا، ظاہر ہے کہ احمد رضا کے متعلقین بھی بے وقوفی میں بھیڑوں سے کم نہ تھے، اسی لئے تو احمد رضا کی غلط سلط باتوں بھی بلا تحقیق تسلیم کر لیتے، اس بات کا اقرار خود بریلویوں کو ہے کہ بھولا کا معنیٰ بے وقوف ہوتا ہے، بریلوی مصنف لکھتا ہے:

"بھائی احسان الٰہی بہت سادہ لوح تھے ان کی غیر موجودگی میں کسی نے تذکرۃً کہہ دیا احسان الٰہی بے وقوف آدمی ہے"۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے ٹوک دیا یہ ضرور ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں لیکن جب اپنے بارے میں سنیں گے تو انکو رنج ہوگا اگر یوں کہہ دو کہ بھولے آدمی ہیں تو ان کو برا بھی نہیں لگے گا"۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۱۷)

اس جگہ بریلوی پیر نے "بھولے" کو "بے وقوف" کے معنیٰ میں تسلیم کیا ہے تو احمد رضا خان کی عبارت کا مطلب ہوگا: "میرے عوام بھائی بے وقوف بھیڑیں"

ظاہر ہے کہ جو واقعی احمد رضا کی بھولی بھیڑ ہوگا اسے اس کی بے وقوفی بھلا کب اسے حق بات سمجھنے دے گی، یہی وجہ ہے کہ بریلویوں کو سمجھدار لوگوں کی محفلوں میں یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ فاضل بریلوی جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (ترکِ موالات، ص ۵)

فاضل بریلوی نے اس خط میں مولانا چاند پوری کی تحریر کو گالی نامہ کہہ کر مفت کا واویلا کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا مختصر پر اثر جواب تو وہی ہے جو مولانا چاند پوری نے دیا آپ فرماتے ہیں کہ:

"خان صاحب کچھ شرم سے کام لیجئے......

حیرت بالا حیرت یہ کہ گالیوں کا شکوہ اس فاضل بریلوی کو ہے جو اس سے قبل اپنے چند چند ورقی رسائل میں مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کو درجنوں گالیاں دے چکے تھے، تفصیل کیلئے میرا عنقریب چھپنے والا رسالہ "گالیاں کون دیتا ہے؟" "سنّی یا بریلوی؟" پڑھ لینا!!

سرکار کہنے پر اعتراض

فاضل بریلوی اسی خط میں لکھتے ہیں کہ:

"سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے، عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی...... الخ"

اس جملہ میں سرکار کا محمل اور مفہوم ہم اپنی طرف سے بیان کرنے کے بجائے خود بریلویوں کے قلم سے نقل کر دیتے ہیں، بریلوی مصنفین کا وطیرہ ہے کہ وہ ہم پر الزام لگانے کے لیے ہر قسم کی بے اصولی اور بے اعتدالی کرنے کو تیار ہوتے ہیں، بس ہماری کسی عبارت کو اس کے

اصل مفہوم سے ہٹا کر اپنے مطلب کا جامہ پہنانا بریلویت کا محبوب ترین مشغلہ ہے، چنانچہ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی سوانح "تذکرۃ الرشید" جلد اول ص ۸۰ کی عبارت میں ایک لفظ ہے کہ:

"جب میں حقیقت میں "سرکار" کا فرماں بردار ہوں......"

سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے......

اس عبارت میں ایسی کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی، لیکن ظاہر ہے کہ بریلویت کے نفس امارہ کی تسکین کیسے ہوگی، اگر وہ اس بات کو بھی قابل اعتراض نہ بنائیں، لہٰذا انہیں اس عبارت میں قوسین بریکٹ لگا کر اپنی غلط روش پر چلنا پڑا اور انہوں نے یہ عبارت اس طرح نقل کی:

"جب میں حقیقت میں سرکار (انگریزی حکومت) کا فرماں بردار ہوں......سرکار (گورنمنٹ انگلشیہ) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے"۔ (محاسبہ دیوبندیت، ج ۱، ص ۳۰۵)

اس جگہ مولوی حسن علی رضوی نے تحریف اور بددیانتی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے "سرکار" کا ترجمہ "انگریز حکومت" اور "گورنمنٹ انگلیشیہ" کر دیا ہے۔ لیکن اسے کیا خبر تھی اس طرح کی بددیانتی کرنے سے کسی اور کا کچھ نہیں بگڑے گا، بلکہ اس کے مسلک کے بانی احمد رضا خان کی حقیقت سے پردہ فاش ہوگا اور دنیا کو پتہ چلے گا کہ مولوی حسن علی رضوی کی تحریفانہ تشریح کی روشنی میں خود اس کے قائد اور لیڈر اور اسے اور اس جیسے دیگر کئی جاہلوں کو تکفیر مسلمین میں لگانے والے فاضل بریلوی انگریز غلام ثابت ہوں گے۔

لہٰذا اب حسن علی رضوی کی تشریح کے ساتھ فاضل بریلوی کی یہ عبارت پڑھیں:

"سرکار (انگریز حکومت) سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے عزت سرکار (گورنمنٹ انگلیشیہ) کی حمایت کروں نہ کہ اپنی"

والد کے نام جھوٹی کتب منسوب کرنے کا الزام

فاضل بریلوی نے اپنے اس خط میں یہ رونا بھی رویا ہے کہ بعض لوگوں نے فاضل بریلوی کے والد اور دادا وغیرہ کے نام سے کچھ کتابیں گھڑی ہیں، فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"یہ مانا کہ جب جواب ہی نہ بن پڑے تو کیا کیجئے کہاں سے لائے"۔ (بحوالہ فتوحات رضویہ ص ۷۹)

فاضل بریلوی کے اس اعتراض کا تو بہت ہی زبردست جواب پہلے ہی رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب "جوانح الرضا" میں دے چکے ہیں، لیکن اس کے بعض پہلوؤں پر کچھ گفتگو کرنی باقی ہے، جو آپ کے سامنے سپرد قلم کر دیتا ہوں!

جواب سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اعتراض کو دوسرے بریلویوں سے بھی نقل کر دوں تاکہ موضوع تشنۂ تحقیق نہ رہ جائے۔

مفتی اجمل شاہ بریلوی لکھتے ہیں:

"اس کے صفحہ ۱۱۱ اور صفحہ ۲۰ پر ایک کتاب "ھدایۃ البریہ" مطبوعہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں ان کی طرف نسبت کر دیں" (ردشہاب ثاقب ص ۱۳)

یہی عبارت احمد رضا کے رسالہ"رماح القہار علی کفر الکفار" ص ۷،اپر بھی ہے،مولوی حسن علی رضوی ملتانی لکھتے ہیں:

"اکابر دیوبند میں سے تو مولوی حسین احمد کانگریسی نے الشہاب الثاقب ص ۳ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد علامہ محمد نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ایک کتاب"تحفۃ المقلدین"لگائی اور ص ۱۱ پر ایک کتاب"ھدیۃ البریۃ"گھڑی"۔

(محاسبہ دیو بندیت،ج ا،ص ۲۸۸)

علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں:

"چنانچہ آپ کے اکابر نے"سیف النقی"میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد صاحب کے نام سے ایک کتاب"تحفۃ المقلدین""اختراع کی ایک کتاب"ھدیۃ البریۃ"کے نام سے ایجاد کی"۔(توضیح البیان،ص ۱۱۶)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کی کمپنی کا یہ دعویٰ ہے کہ فاضل بریلوی کے والد کے نام سے جس کتاب کا حوالہ صاحب سیف النقی نے دیا ہے،وہ کتاب ہی سرے سے گھڑی ہوئی ہے اور خود تراشیدہ ہے۔

فاضل بریلوی کا اس کتاب کو مفتری علیہم کتابوں کی لسٹ میں لکھنا اور ان کی بریلوی کمپنی کی طرف سے اسے گھڑی ہوئی اور ایجاد کی ہوئی کہنا اس بات کی واضح شہادت ہے کہ بریلوی اس کتاب کے سرے سے فاضل بریلوی کے والد کی طرف نسبت کے ہی قائل نہیں۔

بلکہ اسی وجہ سے احمد رضا خان نے"فتاویٰ رضویہ جلد دوم،خالص الاعتقاد،رماح القہار"اور پھر اس خط"ابحاث اخیرہ"میں سخت شنیع وقبیح زبان استعمال کر کے سرے سے اس کتاب کا ہی انکار کر دیا ہے۔

احمد رضا خان کی طرف سے جب علمائے اسلام کی تکفیر کی گئی حسام الحرمین اور المعتمد المستند شائع ہوئی تو اس کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے احمد رضا خان کے نام ایک خط لکھ کر انہیں دعوت دی کہ وہ خود آ کر یا انہیں بلا کر ایک اچھی فضا میں بیٹھ کر مسئلہ ہذا پر بحث کر لیں،اس کی تفصیل سابق میں گذر چکی ہے کہ احمد رضا خان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے اعراض کیا،بلکہ مسلسل خط وکتابت کے جواب میں بریلی سے مکمل خاموشی پائی گئی،فتویٰ تکفیر کے بعد تقریباً آٹھ سال تک بریلی سے خراٹوں کی آواز آتی رہی اسی دوران لکھنؤ کے ایڈریس سے محمد نقی علی صاحب اجمیری کے نام سے ایک کتاب بنام"**سیف النقی علی رأس الشقی**"شائع ہوئی اور اس کتاب کے ٹائٹل پر یہ دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ یہ کتاب مدعیٔ مجددیت کے دعاوی باطلہ کی تردید اور اعتراضاتِ واہیہ کا الزامی جواب ہے۔

اس کتاب میں صحیح حوالہ جات کے ساتھ بعض ایسے حوالے بھی دیے گئے جس پر بعد میں فاضل بریلوی کی جانب سے یہ گرفت کی گئی کہ یہ حوالے غلط ہیں اور کتابیں اپنی جانب سے گھڑی ہوئی ہیں۔احمد رضا خان نے اپنے رسالہ"ابحاث اخیرہ"میں اس بات کا ذکر کیا تو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے ابحاث اخیرہ کے جواب میں یوں لکھا کہ:

"صاحب سیف النقی اپنی کتاب کے خود ذمہ دار ہیں وہ النعل الاکبر کا آپ کو اعلان دے رہے ہیں،ان کے جوابوں کا مطالبہ انہیں سے ہونا چاہیئے یا آپ کے پیر بھائی مولوی بدر الحسن صاحب سے،ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں،آپ ہی نے اپنے بھائی صاحب سے کرائی ہوگی،ہمارے جوابوں کا ہم سے مطالبہ کرو تب حقیقت معلوم ہو،مگر یہاں تو زبان ہی بالکل بند ہے،چپ شاہ ہی کیوں ہوئے......"

تھوڑا آگے جا کر مولانا چاند پوری فرماتے ہیں کہ:

''سیف النقی کا مصنف خود اپنی تصنیف کا ذمہ دار ہے، چنانچہ العلل الاکبر کا اشتہار وہ آپ کو دے، پھر اس کی نسبت کسی دوسرے سے گفتگو لاحاصل اور فضول نہیں تو اور کیا ہے؟ یا اپنے پیر بھائی جناب مولوی حکیم بدر الحسن صاحب کو لکھئے وہ جواب دیں گے، سیف النقی اگر کسی نے اپنے مفید مدعی جان کر طبع کرائی یا وہ فروخت کرتا ہے تو اس پر کیا جرم ہے؟ یا کوئی تاجر مصنف کے حوالوں کا ذمہ دار ہے؟ کیا آپ کے ابحاث اخیرہ کا یہی حاصل ہے کہ اس دور از کار باتوں میں وقت ضائع کیا جائے بلند شہر کے لوگوں کا اور یہ جواب واہ رے مجددیت جیسی روح ویسے فرشتے خان صاحب کچھ تو شرم کرنی چاہیئے''۔

(جوانح الرضا،ص ۱۷۱، رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۵۶۲)

مولانا منظور نعمانی صاحب حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''یہ سیف النقی حسام الحرمین کے جواب میں اسی زمانہ میں شائع ہوئی تھی، اس میں مولوی احمد رضا کے باپ دادا، پڑدادا حتیٰ کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے نام سے کتابیں گھڑ گھڑ کر ان کے صفحات اور مطابع کے ساتھ حوالے دیے گئے تھے (اور یہ سب حوالے بالکل بے اصل تھے) یہ کتاب کس نے لکھ کر دیوبند بھیجی تھی اور اسی زمانہ میں (غالباً حضرت میاں صاحب کے کتب خانہ کی طرف سے چھپ کر شائع ہوئی تھی، بعد میں جب مولوی احمد رضا خان نے گرفت کی اور حوالوں کو چیلنج کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دشمن کی حرکت تھی، اس کا مصنف (محمد تقی اجمیری) نامعلوم تھا جب وہ چھپی تھی تو ہمارے حلقہ میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اسی زمانہ میں مولانا مدنی نے جب ''الشہاب الثاقب'' لکھی تو اس کے اعتماد پر دو حوالے دے دیے، اسی غلطی نے الشہاب الثاقب کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا۔

(مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کا خیال یہ تھا کہ یہ غالباً بریلی ہی سے پھینکا ہوا جال تھا، ناواقفی سے ہمارے حضرات اس میں پھنس گئے، واللہ اعلم)''۔

(نقوش رفتگاں،ص ۳۹۹، ۴۰۰)

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس خیال اور مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے اس خدشہ کی تائید احمد رضا خان کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

''محمد تقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنف ٹھہرایا ہے غالباً یہ بھی خیالی گھڑ لیا یا کم از کم اسم فرضی ہے''۔ (رماح القہار،ص ۵۳)

قارئین کرام! یہ تین عبارتیں الگ الگ اشخاص کی ہیں، ان میں دو کا تعلق اہل سنّت دیوبند سے ہے ان کا خیال اور خدشہ ہے کہ سیف النقی پر جس مصنف کا نام لکھا ہے، یہ نامعلوم شخص ہے اور بقول مولانا چاند پوری اغلب یہ ہے کہ یہ کاروائی خود بریلویوں نے کرائی ہوگی، لیکن فاضل بریلوی اگر اس عیاری گھڑنت بازی کے ذمہ دار نہیں تھے تو وہ اتنے طمطراق اور دھڑلے سے یہ دعویٰ کیسے کر رہے ہیں کہ کم از کم اسم فرضی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس چالبازی کے پیچھے اصل کردار فاضل بریلوی کا تھا یا ان کے کسی عزیز اور تعلق دار کا اور ہمارے دعوے کی

تقویت کیلئے فاضل بریلوی کی یہ عبارت بھی پڑھیں:

"ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایت اعلیٰ حضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا، جس میں مخالفان حضرت والا کے کلام ایسے فرض نقل کئے تھے، الحمد للہ اہلسنت ایسی ملعون باتیں کیا پسند کریں یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کو یہ رسالہ سیف النقی بھیجا، جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے باسم المعبود الکذاب اللئیم کہہ کر قبول کر لیا"۔ (رماح القہار ص ۵۳)

اس تحریر سے یہ بات تو بالکل عیاں ہوگئی کہ فاضل بریلوی کا یہ بزرگوار پہلے بھی ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا اور اتنی بات تو فاضل بریلوی بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ گھڑنٹ باز شخص احمد رضا خان کو کوئی اپنا بزرگوار تھا جسے فاضل بریلوی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس طرح کی گھڑنٹ بازی کی لت لگ چکی تھی اور بقول فاضل بریلوی جب اس کو اس طرف سے دھتکار دیا گیا تو اس نے مخالفین کے خلاف یہ چالبازی کر دی۔ اور بمصداق حدیث

المومن غر کریم (مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے)

علما اہلسنت اس کی چال کو بروقت سمجھ نہ سکے، لیکن جیسے ہی اس نے یہ چال چلی تو اس کا ہم مسلک اور اس چال میں دودھ شریک بھائی نے فوراً "ابحاث اخیرہ" چھاپ کر واویلا مچانا شروع کر دیا۔

لیکن حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ فاضل بریلوی اس واویلا مچانے میں اتنا مگن ہوا کہ اپنے والد کی کتاب "ھدیۃ البریۃ" سے بھی انکار کر بیٹھا، حالانکہ ہدیۃ البریہ کتاب کے بارے میں فاضل بریلوی کئی جگہ یہ کہہ چکا تھا کہ یہ اس کے والد کی کتاب ہے، فاضل بریلوی اپنے والد کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ھدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتابیں مطبع صادق سیتاپور میں طبع ہوئیں"۔

(الکلام الاوضح ص ز، میلاد قیام ص ۳۰، جواہر البیان ص ۱۵، سرور القلوب ص ج)

اول الذکر تین کتابوں میں خود فاضل بریلوی نے اپنے والد کی تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر کیا اور چوتھی کتاب میں مولوی عبد الحکیم شرف قادری نے اس کا اعتراف کیا۔

اسی طرح "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی" نے فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی خان کی حیات پر ایک کتاب شائع کی ہے اس میں بھی تصنیفات کے ذیل میں اس کتاب کا ذکر موجود ہے۔

مولانا نقی علی خان حیات اور علمی کارنامے، ص ۱۲۰

اور اسی طرح ھدایۃ البریہ پر تبصرہ بھی لکھا حوالہ مذکورہ، ص ۱۷۹

اور تبصرہ میں مؤلف حیات نے یہ اعتراف بھی کیا کہ ۱۹۲۶ء میں فاضل بریلوی کے بھائی کے مکتبہ حسنی پریس بریلی کا عکس لاہور سے نعیمی کتب خانہ نے آج سے کچھ دو سال قبل تقریباً ۲۰۰۱ء میں شائع کیا اور ادارہ معارف نعمانیہ لاہور نے ۲۰۰۴ء میں اسے شائع کیا۔

(یہ دونوں نسخے اس وقت میرے سامنے ہیں)

بریلویت اور فاضل بریلوی کی جانب سے حدیۃ البریہ کی نفی و جہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کتاب کی بعض عبارتیں واضح طور پر فاضل بریلوی اور موجودہ بریلویت کے نظریات سے ٹکراتی ہیں۔ (تفصیل پھر کبھی ان شاءاللہ)

فاضل بریلوی کے اس اعتراض کا بہترین جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے خوب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''اتمام البرہان، ص ۱۷۷''۔

مسلک بریلویت کی یہ بہت بڑی کم نصیبی ہے کہ یہ اپنے خلاف پیش کی جانے والی بہت سی کتابوں کو من گھڑت، تحریف شدہ وغیرہما کہہ کر رد کر دیتے ہیں، لیکن ان کی یہ چالبازیاں زیادہ عرصہ نہیں چل پاتی ہیں، یہی حال ہوا کہ تذکرہ غوثیہ، مدائح اعلیٰ حضرت، نغمۃ الروح، نجم الرحمن اور اس جیسی کئی کتابیں جو بعد میں خود بریلوی اداروں سے ان کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوئیں، ابھی موجودہ زمانہ میں احمد یار خان نعیمی کے صاحبزادے مفتی اقتدار خان نعیمی کی سوانح حیات شائع ہوئی، جس میں انہوں نے نجم الرحمن کتاب کا انکار کیا، ملاحظہ ہو:

حالات وافکار، ص ۱۴۰ سن اشاعت ۲۰۱۷

اور نجم الرحمن کی عبارت کو گستاخانہ تک کہہ دیا، لیکن ۱۴۳۸ھ میں یہی کتاب دارالاسلام لاہور نے چھاپ دی، تذکرہ غوثیہ جسے احمد رضا خان نے فتاویٰ رضویہ میں رد کیا، لیکن مندرجہ ذیل معتبر بریلوی کتب میں اس کتاب کی تائید کی گئی یا اس کے حوالہ جات کو بطور تائید پیش کیا گیا ہے یا اس کے مصنف کی مدح سرائی کی گئی ہے:

(۱) باغی ہندوستان، ص ۱۷

(۲) ماہنامہ تبیان کا مجد دگولڑوی نمبر، ص ۷۵، ۸۲

(۳) خیر آبادیات، ص ۴۴

(۴) الانسان فی القرآن، ص ۲۵۳

(۵) مقابیس المجالس، ص ۶۶۹

(۶) حضرت شیر ربانی اور ان کے خلفا، ص ۲۳

(۷) کرامات اولیاء، ص ۱۱

(۸) فوز المقال، ج ۶، ص ۵۷۵

(۹) مراۃ العارفین، ص ۲۵

(۱۰) تقریری نکات، ص ۳۶۱

(۱۱) عقیدہ ختم نبوت، ج ۸، ص ۶۶۲

(۱۲) حضرت سیدنا اعلیٰ حضرت، ص ۹۲

(۱۳) تعلیم غوثیہ مطبوعہ شبیر برادرز، مقدمہ

ہم نے تیرہ حوالے دیے، تا کہ کوئی ناہنجار ۱۱، ۱۲ کے ہندسے پر اچھل کود نہ شروع کر دے کہ لو ہماری گیارہویں یا بارہویں ثابت ہوگئی!

سرگزشت مناظرہ مراد آباد

مصنف فتوحات رضویہ نے "سرگزشت مناظرہ مراد آباد" کے نام سے عنوان باندھ کر بہت سی بے سروپا باتوں کا سہارا لیا اور اندھیرے میں تیر اندازی کی ناکام کوشش کی، بزعم خود وہ اس حرکت سے فاضل بریلوی کی ایک شکست پر پردہ ڈال کر انہیں خواہ مخواہ فاتح بنانے میں مصروف عمل ہیں، مناظرہ مراد آباد کی مکمل روئیداد تو آپ کو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے رسالہ:

"القسورۃ علی الحد المستقفرۃ"

"نو ہزاری اشتہار"

"مولوی عبد الغنی رامپوری اور نو ہزار کی ہوس خام"

وغیرہ میں ملے گی، لیکن افسوس کہ یہ رسالے عرصہ دراز سے نایاب ہو چکے ہیں۔

سرگزشت مناظرہ مراد آباد کے نام سے عنوان قائم کرتے ہوئے مصنف فتوحات بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مناظرہ مراد آباد اصل شرانگیزی بریلویوں کی جانب سے ہوئی تھی چنانچہ لکھتے ہیں:

> "دیوبندی مکتبہ فکر نے وہاں (مراد آباد میں) بھی اپنے خود ساختہ دین کی اشاعت اور اہل سنت کے برخلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان کیلئے یہ ضروری بھی تھا، کیونکہ یہاں ان کے ناپاک مذہب کی دیوار میں تنزلی ہوتی نظر آرہی تھی، یہاں آئے دن ان کے مذہب کی قلعی کھلتی جارہی تھی، ان کے عقائد کفریہ باطلہ ہر پڑھا لکھا آگاہ ہو چکا تھا اور ہر عام و خاص پر ان کی حقیقت طشت از بام ہوتی جارہی تھی آئے دن ہر دینی ماحول سے وابستہ محفلوں میں انہی مباحث کو موضوع گفتگو بنایا جارہا تھا اور اہلسنت کی جانب سے دیابنہ کی کفریہ عبارتوں کو اشتہار کی شکل میں انعامات کے اعلان کے ساتھ پیش کیا جارہا تھا، جس کے جواب میں مخالف جماعت لاجواب ہوگئی تھی اور اس کا سکوت اہل سنت کی حقانیت کا اعلان کر رہا تھا، حسام الحرمین کی صداقت سے ہر کس و ناکس معترف تھا"۔ (فتوحات رضویہ، ص ۸۷، ۸۸)

مصنف نے اس جگہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مراد آباد میں شرانگیزی اور اختلافی مسائل چھیڑنے اور علمائے دیوبند کی عبارات کو کفریہ مطالب پہنا کر پیش کرنے کی ابتدا خود بریلوی کیمپ کی طرف سے ہوئی ہے اور مصنف نے علما دیوبند کے سکوت کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھا اور اسے نقل بھی کیا، سکوت ہوا یا نہیں یا علمائے دیوبند تک بریلویت کی اس شرانگیزی کی خبر دیر تک پہنچی، یہ اپنی جگہ لیکن مصنف کا اس جگہ سکوت کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھنا ضرور تعجب خیز ہے۔

مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کی جانب سے فاضل بریلوی کے نام درجنوں خطوط لکھے گئے، فاضل بریلوی کو دعوت مناظرہ دی گئی، لیکن فاضل بریلوی ان خطوط میں سے کسی ایک کا جواب بھی مولانا کو نہ دے سکے، لبوں پر مہر سکوت لگی رہی جو موت تک نہ ٹوٹی۔

فاضل بریلوی نے ابحاث اخیرہ میں جگہ جگہ یہ رونا رویا ہے کہ ان کے خطوط کے جوابات نہیں دیے گئے، حالانکہ یہ بات ریکارڈ پر ہے اور بریلوی مصنفین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ عادت خود احمد رضا کی تھی کہ وہ کسی خط کا جواب دینے سے ہمیشہ کتراتے تھے۔

ہم نے اس مضمون میں کئی جگہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے خطوط نقل کئے ہیں اور خود مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے بھی اپنے رسائل میں کئی ایسے خطوط نقل کئے ہیں جن کا جواب فاضل بریلوی کی طرف سے نہیں دیا گیا اور مصنف فتوحات نے بھی حضرت چاند پوری کے ان خطوط کو نقل کیا ہے جن کے جواب فاضل بریلوی نے دیے ہوں اس کا ثبوت قیامت تک نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

''(مولانا چاند پوری وغیرہ) اس سارے خطوط کا جواب دینا گویا وقت ضائع کرنا تھا''۔ (فتوحات رضویہ ص ٦٦)

عجیب بات یہ ہے کہ خطوط کا سب سے پہلا سلسلہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے شروع کیا اور فاضل بریلوی ان کے خطوط کا جواب دینا وقت کا ضیاع سمجھتے تھے تو پھر کیا فاضل بریلوی اپنی اس روش سے اس بات کا سزاوار تھا کہ اسے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کی طرف سے خطوط کا جواب دیا جائے؟

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری لکھیں اور فاضل بریلوی جواب نہ دیں، مصنف فتوحات اسے تو فاضل بریلوی کی فتوحات میں جانیں اور فاضل بریلوی کو اس کی اس روش کا جواب مولانا تھانوی کی جانب سے اسی اصول سے دیا جائے تو ابحاث اخیرہ میں رونا دھونا شروع کردے کہ اسے گھاس بھی نہیں ڈالی جا رہی ہے!!!!

اور طرفہ تماشہ یہ کہ ہم ماقبل میں اس بات کا ثبوت پیش کر آئے ہیں اور آگے بھی پیش کریں گے کہ اس سارے قضیہ میں کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مولانا تھانوی خود مناظرہ میں آکر بات کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن فاضل بریلوی کو یہ ضد تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ کچھ بھی کرتے پھریں، بس ان کے خطوط کا جواب دینا ضروری ہے، فاضل بریلوی کی جانب سے حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو یکسر نظر انداز کردیا جائے، لیکن اگر فاضل بریلوی کو کسی نے نظر انداز کردیا تو یہ واویلا مچادیں گے کہ میرے خط کا جواب نہیں آرہا ہے۔

فاضل بریلوی کی طرف سے ایک سید زادے (حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری) کی ذات کو چھپکلی کہہ کر گستاخی خاندان نبوت کا جرم کیا جائے اور جواب نہ دیا جائے تو یہ تو مکتب بریلویت میں فاضل بریلوی کی فتح قرار پائے اور کسی دوسرے نے فاضل بریلوی کو خط کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ سامنے بیٹھ کر بات کرنا چاہا تو یہ اس کی شکست ٹھہری، للہ انصاف!!!!

مصنف فتوحات نے لکھا:

''اور اس کا سکوت اہل سنت کی حقانیت کا اعلان کر رہا تھا''۔ (فتوحات رضویہ ص ٨٨)

عجیب بات ہے کہ کوئی دوسرا کسی حکمت کی بنا پر سکوت کرے تو یہ اس کی شکست اور بریلویت کی فتح اور اگر فاضل بریلوی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے خطوط کے جواب میں سکوت برتیں تو معاملہ بالکل الٹ!...... بہر حال! ہمیں مصنف فتوحات کی طرف سے اس مناظرہ مراد آباد کے عنوان کے تحت بے سروپا باتوں کی طرف التفات کی اس لئے بھی ضرورت نہیں ہے کہ یہ یکطرفہ تیر اندازی ہے، اس کا تفصیلی جواب آگے مولانا چاند پوری کے مضامین میں آئے گا۔

اس بات کا اعتراف تو بریلویوں کو بھی ہے کہ ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی بریلویت کو اس شرانگیزی کا جواب دینے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری میدان میں اترے اور مصنف فتوحات نے احمد رضا خان کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے جسے ذات کی چھپکلی کہا تھا اور فاضل بریلوی نے جسے قابل خطاب نہ جاننے کا ڈھونگ رچا کر مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی تھی اس جگہ آکر مصنف فتوحات نے بھی حضرت

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو دیوبند کا سرخیل مجاہد تسلیم کرلیا۔ (دیکھو فتوحات رضویہ، ص ۸۸)
اور مصنف نے اس بات کا اقرار کیا کہ بریلویت کی اس شرانگیزی کے جواب میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے ایک اشتہار شائع کیا بنام:

''نوہزاری اشتہار''

اور اس اشتہار میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے دس مواخذات کئے اور ان کے صحیح جواب دینے پر ''نوہزار روپے'' دینے کا اعلان کیا، وہ دس مواخذات یہ تھے:

(۱) جن مضامین کفریہ کی صراحت کا دعویٰ کیا ہے وہ مضامین کفریہ ان کتابوں میں صراحتاً نہیں۔
(۲) اہل حرمین شریفین کو دھوکا دے کر فتویٰ حاصل کیا۔
(۳) وہ فتویٰ صاحب تحذیر الناس وغیرہ نہیں بلکہ اس پر ہے جو وہ عقائد کفریہ رکھتا ہے۔
(۴) ہمارے حضرات ان عقائد سے پاک ہیں۔
(۵) اس فتویٰ کے حاصل کرنے میں خان صاحب نے گناہ کبیرہ کیا فاسق ہوئے۔
(۶) وہ مضامین کفریہ ان کتابوں میں لزوماً بھی نہیں۔
(۷) اگر بفرض محال ہوتو ان پر تکفیر نہیں ہوسکتی، جب تک قائل کی مراد ہونا ثابت نہ کردیا جائے۔
(۸) معانی کفریہ قائل کی مراد ہونا خان صاحب قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے۔
(۹) جس طرح خان صاحب نے ''حسام'' میں فتوی تکفیر حاصل کیا ہے اس بنا پر وہ اور ان کی تمام جماعت اسی حسام کے حکم سے کافر قطعی ہے۔
(۱۰) جو خان صاحب اور ان کے معتقدین کے کفر میں کسی طرح کسی حال شک وشبہ تاویل وتردد کرے وہ بھی قطعی کافر ہے۔

اس نوہزاری اشتہار کا جواب فاضل بریلوی یا اس کے کسی وکیل کی طرف سے کیا دیا جاتا، بلکہ مولوی عبدالمغنی قوال اور مولوی ظفر الدین بہاری کی جانب سے انعام کا مطالبہ کرنا شروع کردیا گیا تو مولانا چاند پوری صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ:
''ہم نے نوہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار دیا، آپ نے ایک اشتہار ظفر الدین اور دوسرا قوال غیر فعال عبدالمغنی کے نام سے شائع کیا، اول میں بریلی اور ثانی میں مراد آباد نوہزار طلب فرمائے، بندہ القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ بجواب ''مولوی عبدالغنی کی ہوس خام ''جواب اشتہار ثانی میں ثابت کردیا کہ دو شرطوں پر نوہزار کا انعام تھا ان میں سے ایک شرط بھی متحقق نہیں پھر انعام کیسا؟؟؟؟
آپ جواب لکھنے بیٹھے تھے تو یہ ثابت فرمانا تھا کہ ہمارا متبنیٰ اور قوال فلاں وجہ سے انعام پانے کا مستحق ہے، اس کی نسبت تو آپ نے ایک جملہ نہیں لکھا، پھر جواب کس چیز کا دیا؟ خان صاحب جب کسی تحریر کا موضوع بھی آپ کو معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی تمیز نہیں ہوتی کہ اس تحریر کا مقصود کیا ہے تو پھر بے سود تضییع اوقات سے مقصود کیا حاصل؟؟ اب فرمائیے سیف جہالت آپ کی گردن اور آپ کے متبنی کے سر اور قوال کے تار طنبورے پر پڑی یا کسی دوسرے کو بھی مضرت ہوئی، خان صاحب ان لکڑیوں سے نہیں بلکہ کاغذی تلوار سے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر وار کرتا ہے شیروں کے سامنے تلواریں اٹھانی تو مشکل ہے ہی

کپڑوں کو پاک رکھنا بھی بہت مشکل ہے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۱۸، ۶۱۹)

آگے چل کر مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے ایک بار پھر بریلوی کمیٹی کو دعوت مناظرہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''اور پختہ اور سچے طالب حق ہو کر دیوبند تشریف لائیے اگر طلب صادق ظاہر ہوئی تو کرایہ طرفین کا حاضر کروں گا، پھر دیکھئے آپ کی حقیقت خدا چاہے معلوم ہو جائے گی، اسی واسطے تو مناظرہ کی درخواست کی جاتی ہے کہ جو عبارت تحذیر وغیرہ کی ہیں آیا واقعی ان میں یہ مضامین کفریہ ہیں یا نہیں؟ اگر سچے ہو تو باقاعدہ مناظرہ کر لو حق ظاہر ہو جائے گا''۔ (رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۲۴)

لیکن رئیس المناظرین کی طرف سے اس کھلی دعوت مناظرہ کے باوجود بھی نہ فاضل بریلوی میں سامنا کرنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی کوئی اور فرقہ رضاخانیہ کا وکیل سامنے آسکا!!!!

اور میاں عبد الغنی جو کہ رئیس المناظرین کے نو ہزاری اشتہار کے مطالبات پورے کئے بغیر صرف انعام کا بار بار مطالبہ کئے جار ہا تھا اسے مخاطب کرتے ہوئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے فرمایا:

''ہم نے یہاں عبد الغنی صاحب سے بھی درخواست کی تھی کہ اگر انعام نہ ملا تو رنج کی کیا بات ہے آپ ''انتصاف البری'' پر گفتگو کر کے مضامین کفریہ کو صراحۃً دکھا دیں ہم توبہ کرنے کو مستعد ہیں، ورنہ اقرار کرلو کہ دعوائے صراحت کذب خالص اور بریلوی کا دھوکا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس مضمون پر آ کر آپ کی زبان بھی گل گئی''۔ (رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۲۴)

فتوحات رضویہ کے مصنف نے ''دافع الفساد'' نامی کتاب سے جو حوالہ نقل کیا جس میں یہ مطالبہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر نو ہزار تحصیل بریلی میں جمع کر دیں۔ (فتوحات رضویہ،ص ۹۰)

مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''جناب خان صاحب اور میاں ظفر الدین صاحب آپ نے جو یہ خط چھاپے تو اس سے کیا نفع ہوا؟ آپ نے جو بارہ ذی الحجہ کی تحریر جس میں نو ہزار روپیہ تحصیل بریلی میں طلب فرمائے تھے اور بجواب نو ہزاری اشتہار لکھ کر بندہ کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے تھے اور اس کا جواب ''القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ'' بندہ نے آپ کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا، اول تو بعد جواب اس تحریر کا چھاپنا فضول تھا، مگر معتقدین کو خوش کرنے کی غرض سے اگر طبع کرانا ضروری تھا تو اس کے جواب کا ذکر کرنا اور جواب دینا لازم تھا، یہ نیا خط تو چھاپ دیا اور جس کا جواب آپ کے ذمہ تھا اس کو ایسا ہضم کر گئے کہ بالکل غائب! یہ کیا کمزوری کی بات ہے، ابھی تو خدا چاہے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے، آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ آخر میں آپ کا اوّل شعر پیش کرتا ہوں ؎

سچے ہو تو کیوں ڈرتے ہو ہاں سامنے آؤ
گر اٹھ سکے تو کفر کو تم اپنے اٹھاؤ

مگر یاد رکھو یہ ناممکن ہے۔ یہ تو آپ کے مسلمات سے عائد ہوا ہے خود کردہ را چہ علاج یا تو توبہ کرو ورنہ تکفیر قبر و حشر میں بھی ساقط نہ چھوڑے گی، مرکز کفر نہ بنو توبہ کرو!!!!

(رسائل چاند پوری، ج ۲ ص ۶۳۰)

اس کے بعد مصنف فتوحات نے مناظرہ مراد آباد کے حوالے سے، بہت سی جھوٹی اور لایعنی اور بے ثبوتی باتیں لکھیں، یقیناً یہ باتیں انہی کی خانہ زاد ہیں، جن کے بارے میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خان صاحب ان جھوٹی اور لغو باتوں سے معتقدین کی اب تسلی دشوار ہے، مراد آباد کے قصہ کے متعلق بھی آپ نے اور آپ کے معتقدین نے بہت بے پر کی اڑائی ہے، مگر دیکھئے خدا چاہے ابھی اصل واقعہ معلوم ہونے کے بعد لوگ لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر آپ کو سنائیں گے۔

دیکھو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ خان صاحب توبہ کرلو! جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولو! پھر وہ بھی تکفیر اہل اسلام میں جناب رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟'' (رسائل چاند پوری، ج ۲ ص ۶۳۰)

مزید تفصیل پڑھنے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے رسالہ ''**السھل علی الجعیل**'' مندرجہ رسائل چاند پوری، ج ۲ ص ۶۱۴ کا مطالعہ کریں۔

مراد آباد میں کیا ہوا؟

اس سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کا درج ذیل مضمون پڑھ لیں:

''پھر مراد آباد میں تو خان صاحب سے سب ہی مناظرہ کرنے کو مستعد تھے، چنانچہ آج ہندوستان میں جو مشاہیر علماء ہیں انہوں نے رجسٹریاں بھیجیں''۔ (رسائل چاند پوری، ج ۲ ص ۷۰۴ تا ۷۵۴ کا مطالعہ کریں)

مصنف فتوحات نے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کے دو الگ الگ اقتباسات نقل کرنے کے بعد اسے جھٹلاتے ہوئے کہا کہ:

''سچ کو جھوٹ کر دینا کوئی در بھنگی صاحب سے سیکھے''۔ (فتوحات رضویہ)

اگر مناظرہ مراد آباد کے حوالہ سے اس کی اس روئیداد کو سامنے رکھا جائے تو اس میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

یہ بات تو مصنف فتوحات نے بھی تسلیم کی کہ:

''فاضل بریلوی مراد آباد میں غیر مقلدین سے مناظرہ کرنے گئے تھے''۔ (فتوحات رضویہ ص ۱۱۲،۱۰۷)

اور بقول مصنف فتوحات کے مولوی ہدایت رسول بریلوی نے بھی غیر مقلدین کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں نے تو ہم سے یہ ظاہر کیا تھا کہ علمائے اہلسنت ہم سے مناظرہ کرنے کو آئے ہیں، حالانکہ بلایا تو آپ نے......الخ۔ (فتوحات رضویہ ص ۱۱۲) اس تحریر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بقول بریلویوں کے اس مناظرہ کیلئے بریلویوں کو غیر مقلدین نے بلایا تھا اور بریلوی بھی غیر مقلدین سے مناظرہ کرنے آئے تھے لیکن

فاضل بریلوی اور اس کی کمپنی کو کیا خبر تھی کہ فاضل بریلوی جو اپنے گھر سے مناظرہ کیلئے نکلنا پسند نہیں کرتے تھے آج وہ مراد آباد میں غیر مقلدین سے بات کرنے آئے تھے یہ موقع اہلسنت کیلئے بہت ہی اچھا تھا کہ لگے ہاتھوں فاضل بریلوی کو مناظرہ پر آمادہ کر کے آج فیصلہ کر ہی دیا جائے، لہٰذا خود بریلوی مصنف کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ:

''مراد آباد میں فاضل بریلوی کے پاس اہلسنت کی طرف سے ایک قاصد آیا اور اس نے مولانا تھانوی سے مناظرہ کیلئے فاضل بریلوی سے آمادگی چاہی اور کہا کہ وہ مولانا تھانوی کو مناظرہ کیلئے تحریری طور پر بلائیں، (شاید قاصد کا مقصد یہ ہو کہ چونکہ دوسرے کے گھر میں جانے کیلئے تحریر اجازت نامہ موجود ہو تا کہ بعد آنے کے یہ بریلوی یہ ڈھنڈورا نہ پیٹنا شروع کر دیں کہ یہ لوگ ہمارا جلسہ خراب کرنے اور نقص امن کیلیے ہم پر چڑھائی کرنے آگئے ہیں) لیکن فاضل بریلوی نے یہ تحریر دینے سے صاف انکار کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ آپ میرے پاس ان کی طرف سے کوئی تحریر لیکر نہیں آئے اس لئے میں کیوں دوں؟''

(دیکھئے فتوحات رضویہ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

سوال یہ ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کی کمپنی کو اگر اس اصول کی پاسداری کرنی تھی کہ ان کی تحریریں نہیں آئیں تو ہم کیوں دیں؟ تو پھر ایسی کئی تحریریں دکھائی جا سکتی تھیں کہ ایک طرف سے فاضل بریلوی کو تحریر نہیں آئی لیکن فاضل بریلوی نے وہاں تحریر روانہ کر دی (جیسا کہ حضرت تھانوی صاحب کی طرف ان کی مزعومہ تحاریر) آخر وہاں فاضل بریلوی کو اس بات کا ڈر نہیں تھا کوئی میری تحریر دکھا کر پولیس کو بتلائے گا کہ یہ تحریریں بھیج کر بلاتے ہیں، تا کہ شہر کی فضا کو مکدر کیا جائے تو اب جبکہ مولانا تھانوی ان کے جلسہ میں ان کے معتقدین کے بیچ میں آکر ان سے ایک خوشگوار انداز میں بات کرنا چاہتے تھے تو فاضل بریلوی کو یہ خدشہ کیوں ہو گا کہ مجھ پر پولیس سے مقدمہ کرا دیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی کو یہاں مناظرہ ہوتا نظر آ رہا تھا اور اپنی تاریخی شکست سامنے نظر آ رہی تھی تو بھلا وہ کیسے اپنے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لے سکتے تھے۔

وہ شخص فاضل بریلوی کے پاس تحریر حاصل کرنے کیلئے اس لئے آیا تھا کہ بقول بریلویوں کے مراد آباد میں فاضل بریلوی نے اعلان کیا کہ ''انہیں یہاں لے آؤ اگر میرے سامنے وہ مبہوت نہ ہو جائیں تو وہ جیتے میں ہارا''۔ (فتوحات رضویہ ص ۱۱۴)

اب ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی کے اس چیلنج کی مصدقہ اطلاع حضرت مولانا تھانوی صاحب کو کیسے دی جاتی؟ اس کا یہی طریقہ تھا کہ فاضل بریلوی سے تحریر لے کر مولانا تھانوی صاحب کو دکھائی جاتی، تا کہ یوں جانبین کی رضامندی کے ساتھ ایک خوشگوار ماحول میں مناظرہ کیا جا سکے۔

ممکن ہے کہ مذکورہ شخص نے فاضل بریلوی کے دعوے کو سن کر یہ سوچا ہو کہ جب فاضل بریلوی مولانا تھانوی کو اپنے معتقدین کے بیچ مناظرے کی دعوت دے رہے ہیں تو امید ہے کہ وہ اسی بہادری سے مولانا تھانوی کے نام تحریر بھی دے دیں گے، لیکن اسے کیا خبر تھی کہ فاضل بریلوی میں مولانا تھانوی کا نام سنتے ہی اور مناظرہ کا لفظ سنتے ہیں ایسی کپکپی طاری ہوتی تھی کہ ان کا قلم ان کی زبان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتا تھا، یہاں بھی یہی ہوا کہ اپنے گھر اور مریدین میں بے جا بھڑکیں مارنے والا بہادر ایک بار پھر شکست سے دو چار ہو گیا!!!!

اس سب کو پڑھ کر مصنف فتوحات کی اس بھڑک کی کیا اوقات باقی رہ جاتی ہے؟ کہ:

''مذکورہ روئیداد سے قارئین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ تھانوی صاحب کے حواریوں نے معاہدہ کے مطابق تھانوی صاحب کے حوالے سے خط میں تین وکیلوں کا ذکر کیا تھا، لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ میدان مناظرہ میں نہ ہی ان حواری مولویوں میں سے کوئی آیا، نہ تھانوی صاحب کا کوئی وکیل میدان مناظرہ میں پہنچا اور تو اور خود تھانوی صاحب مراد آباد میں موجود ہونے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہیں پہنچے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۴)

ایک طرف فتوحات رضویہ والا جھوٹ بول رہا ہے کہ میدان میں تھانوی صاحب کا کوئی حواری نہیں آیا، تو دوسری طرف وہ اپنے اس جھوٹ کو خود رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ایک شخص آیا، لیکن فاضل بریلوی تحریر دینے پر آمادہ نہ ہوا، ایک طرف مصنف فتوحات یہ دروغ گوئی کر رہے ہیں کہ:

''تھانوی صاحب مراد آباد میں ہونے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہیں پہنچے تو دوسری طرف خود اپنے منہ پر کالک ملتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ تھانوی صاحب آنا چاہتے تھے، لیکن فاضل بریلوی نے پولیس کے ڈر سے تحریر لکھ کر نہیں دی''۔

فاضل بریلوی کے اس جھوٹ کی بھی کوئی حیثیت نہیں تھی کہ مخالفین میری تحریر کو لیکر پولیس کو بتا دیتے۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۶، ملخصا)

کیونکہ مصنف فتوحات لکھتا ہے کہ:

''تحریر تو آپ (فاضل بریلوی) پہلے ہی بریلی سے تھانوی صاحب تک پہنچا چکے تھے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۵)

سوال یہ ہے کہ اگر واقعی بالفرض والتسلیم فاضل بریلوی بریلی سے تھانوی صاحب کے نام تحریر بھیج چکے ہوتے اور ہماری جانب سے خلفشار مقصود ہوتا تو پولیس کو دکھانے کیلئے کیا فاضل بریلوی کی وہی تحریر کافی نہ تھی؟ لیکن فاضل بریلوی کو مناظرہ کرنا ہی نہ تھا سو بہانے ہزار!!!!

پولیس سے مدد کس نے لی؟

مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

''قارئین یہاں دیوبندی جماعت کی ایک بڑی خیانت کا اظہار ضروری ہے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)

مصنف فتوحات نے اس جگہ اس دعوے کو اس لئے رد کیا کہ اس کا مرتب معلوم نہیں، مضمون نگار نہ معلوم ہے۔

چنانچہ ہم یہی بات مراد آباد میں موجود ایک معلوم بلکہ بریلویت کیلئے انتہائی اشد معلوم شخص کی زبانی بھی بیان کر دیتے ہیں، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خان صاحب کے گروہ کے عمدۃ المدققین وزبدۃ المحققین خان صاحب کے اعلیٰ حضرت مولوی ہدایت رسول صاحب ہیں کہ آج ان کے اسم گرامی سے شاید بڑے گھر میں قلی تک بھی ناواقف ہوں گے، سرکار کو بھی ان کے ساتھ بہت ہی حسن ظن ہے، لکھنؤ، بنارس، دہلی، بمبئی میں خانی وزیراعظم کیلئے خاص سرکاری اسپیشل نہیں تو خاص کمرہ سفر کیلئے ضرور ہوتا ہے، جناب کی نقل وحرکت سے پہلے ہی سرکاری پولیس انتظام کیلئے متعین ہوتی ہوگی، خان صاحب کو گویہ مرتبہ حاصل نہ ہوا ہو، مگر وزیر کے ملفوظات تو ضرور ہی قلمبند ہوتے ہوں گے، جب خان صاحب کی اردلی میں ایسے ایسے حافظین امن مصلحان قوم ہوں تو پھر منتظمان سرکاری کو اگر فساد کا خوف ہو تو کیا

بے جا مناظرہ رکوانے کی خان صاحب آپ کی یہ تدبیر تھی، فرمائیے ہمارے ساتھ بھی کوئی سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کردہ سب محکموں کے پاس شدہ تھے یا اس قسم کے حضرات آپ ہی کے جلو میں تھے؟ فرمائیے! مناظرہ رکوانے کی کوشش کس نے کی؟

یا بے حیائی تیرا ہی آسرا''

(رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۷۰ ۴، ۷۱ ۴)

بریلویوں کے پاس مولوی ہدایت رسول جیسا سرکار نواز شخص موجود ہو تو کوئی دوسرا کیسے پولیس کو اپنی مدد کیلئے بلاسکتا تھا؟ لیکن مناظرہ نہ کرنے کو بس ایک ہی بہانہ رہ گیا تھا کہ مخالفین نے پولیس کو بلایا۔ مصنف فتوحات نے جگہ جگہ ''دبدبہ سکندری'' اخبار کا حوالہ اپنی حمایت میں پیش کیا تو عرض ہے کہ دبدبہ سکندری کے ایڈیٹر کٹر بریلوی تھا اور مصنف فتوحات کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اخبار دبدبہ سکندری کے ایڈیٹر منشی محمد فضل حسن صاحب صابری قادری سب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری خلف حضرت ابو الفضل والکمالات مولوی شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری چشتی قادری حنفی نے اعلیٰ حضرت کی بکمال اخلاص قدم بوسی حاصل کی اور بمنشا منشی محمد فضل حسن صاحب کے یہ تمام حضرات وغیرہ اعلیٰ حضرت کے ہمراہ مراد آباد آگئے''۔ (فتوحات رضویہ،ص ۱۰۷)

لہٰذا یہ عبارت تو اس عبارت سے صاف ہوگئی کہ دبدبہ سکندری فاضل بریلوی کے مریدین کا اخبار تھا۔ ڈاکٹر اوشاسانیال لکھتی ہیں:

''ان رسائل میں ایک نام دبدبہ سکندری کا ہے، یہ اپنے انداز کا منفرد پرچہ تھا یہ اواخر انیسویں صدی اور اوائل بیسویں صدی میں اہل سنّت تحریک کے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست،ص ۹۸،۹۹)

پھر اس اخبار کے نام پر بھی ذرا غور فرمائیں ''دبدبہ سکندری'' ڈاکٹر اوشاسانیال لکھتی ہیں کہ:

''شاہی دبدبے والے اس نام کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی، نام سے شبہ ملتا ہے کہ اخبار کو نوابوں کی سرپرستی حاصل تھی، لیکن اس کی بھی صحیح اطلاع ہمارے پاس نہیں''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام،ص ۱۱۰)

نوٹ: یہ اخبار انگریز کا بہت بڑا حمایتی بھی تھا اس اخبار کے متعلق مزید تفصیل کیلئے راقم کی کتاب ''دفاع اہل سنت والجماعۃ جلد دوم'' کا مطالعہ کریں! ساجد)

ان حوالہ جات سے اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ دبدبہ سکندری جس طرح سے احمد رضا کے مریدین کا اخبار تھا، اسی طرح یہ اخبار انگریز سرکار کا بھی حامی تھا، لہٰذا ایسے اخبار کی جھوٹی رپورٹنگ کو ہمارے خلاف پیش کرنا بالکل بے معنیٰ ہے۔

مناظرہ مراد آباد کی مختصر روئیداد اگر بریلوی مصنف کی تحریر کو سامنے رکھ کر دیکھی جائے تو کچھ اور رازوں سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے!!

مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی جانب سے آئے روز اکابر اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے خلاف کفر کے فتوے لگانا۔

ہر آئے دن دینی ماحول سے وابستہ محفلوں میں اپنی مباحث کو موضوع گفتگو بنالینا اور علمائے دیوبند کی عبارات پر کفر کے فتوے لگانا۔

لہٰذا مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میدان میں اترے اور اہل بدعت کے نام نو ہزار روپے انعام کا اشتہار چھاپ دیا کہ جو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبات کو پورا کرے گا وہ اس انعام کا حق دار ہوگا۔

اس چیلنج کو ساری زندگی فاضل بریلوی کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا، ورنہ بریلوی مصنف ضرور اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔

بلکہ کسی دوسرے بریلوی کی طرف سے بھی مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبات پورا کرنے کی حامی نہیں بھری گئی ہے، ہاں البتہ ایک غیر معروف اور بے حیثیت شخص کی طرف سے مطالبہ پورا کئے بغیر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب سے انعام کا مطالبہ کیا گیا۔

پھر بقول بریلوی (دروغ بر گردن راوی)

''مراد آباد میں مولوی ابراہیم دہلوی صاحب نے احمد رضا کے خلاف تقریریں شروع کیں اور علمائے دیوبند کی عبارتوں کا دفاع کیا تو بریلی سے مولوی ظفر الدین اور مولوی رحم الٰہی اور مولوی عبید المغنی یہ تینوں بریلوی حضرات مولوی ابراہیم دہلوی کے پاس گئے اور کہا:

''جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ ثبوت دیکھنے اور نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو جناب یہ کوئی مولانا نعیم الدین صاحب اور مولوی در بھنگی کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے، ہر شخص اس میں مخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے، اگر آپ مولوی در بھنگی کی طرف سے نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو ہم بھی مولانا صاحب کی طرف سے لینے کو تیار ہیں''۔

(فتوحات رضویہ، ص ۹۳، ۹۴)

اس عبارت کو دو چار بار پڑھیں اور غور کریں کہ:

نو ہزاری اشتہار مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو دیا، لیکن یہاں نہ تو فاضل بریلوی موجود ہیں اور نہ ہی ان نو ہزار روپے کے حصول کیلئے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے پاس جایا جا رہا ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ جس کو انعام کا چیلنج دیا وہ کیوں ہمت نہیں کر رہا!...... لیکن چلیں اگر مطالبات پورا کر کے انعام حاصل کرنے کی اگر کسی کو چاہت تھی بھی تو وہ آخر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے پاس کیوں نہیں جا رہا؟ جبکہ یہ تین بریلوی اشخاص جس شخص کے پاس انعام حاصل کرنے کی غرض سے گئے وہ بھی بقول ان کے مراد آباد میں تھے اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب بھی مراد آباد ہی میں تھے۔

ظاہر ہے کہ بھلا باطل میں کہاں یہ ہمت تھی کہ وہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سامنا کر پاتا اور اس پر بریلویوں کی طرف سے یہ جملہ بھی قابل غور ہے:

''جناب یہ کوئی مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب اور مولوی در بھنگی کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے ہر شخص اس میں مخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے''

قارئین کرام! آپ کو یاد ہوگا کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو مناظرے کے چیلنج دیے تھے تو فاضل بریلوی اینڈ کمپنی کی طرف سے یہ کہا جاتا رہا کہ:

''اعلیٰ حضرت ہرایرے غیرے کو منہ لگانے والوں میں سے نہیں''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۳)

''اعلیٰ حضرت نے مولوی مرتضیٰ کے خط کا دینا ضروری نہیں جانا''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۳)

''(مولانا چاند پوری کے) ان سارے خطوط کا جواب دینا گویا اپنا وقت ضائع کرنا تھا کیونکہ اصل لڑائی تھانوی صاحب سے تھی''۔

(فتوحات رضویہ، ص ۶۶)

''اعلیٰ حضرت نے در بھنگی صاحب کو یکسر نظر انداز کر دیا''۔(فتوحات رضویہ،ص ۶۹)

''اعلیٰ حضرت بھلا گالیوں بھرے خط اور دشنام طرازیوں وافتراپردازیوں سے مملو اشتہارات کے جوابات دینے کے اہل کہاں ہوسکتے تھے''۔(فتوحات رضویہ،ص ۶۹)

''اعلیٰ حضرت یونہی ہرایرے غیرے کو بلانے پر خورجہ چلے جاتے''۔(فتوحات رضویہ،ص ۷۵)

عجیب بات ہے کہ ساری زندگی فاضل بریلوی کی جانب سے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب سے فرار ہوتا رہا، صرف یہ بہانہ کرکے کہ وہ قابل خطاب نہیں طفل مکتب ہیں،خان صاحب کے پائے کے نہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اب جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نو ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا تو پھر فاضل بریلوی اینڈ کمپنی کی طرف سے ایک اور شخص قابل خطاب بھی ہوگیا اس کے پاس بریلویوں کی طرف سے تین رکنی ٹیم انعام کی وصولیابی کیلئے روانہ بھی کر دی گئی۔

پہلے جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کی طرف سے فاضل بریلوی کو مناظروں کے چیلنج دیے جاتے تو فاضل بریلوی اینڈ کمپنی راہ فرار اختیار کرکے کہتے کہ گستاخی کوئی کرے اور بات بنانے کوئی دوسرا آئے،یعنی وہ اس مسئلہ میں کسی دوسرے کی دخل اندازی کو بہانہ بناتے، لیکن جب بات پیسوں کی آئی تو انٹرنیشنل بھکاریوں کی طرح فاضل بریلوی کی تین رکنی ٹیم مطالبات پورے کئے بغیر ایک غیر متعلقہ شخص کے پاس کشکول لے کر آدھمکے اور اپنے سابقہ سارے بہانے بھول گئے اور کہنے لگے کہ یہ ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہی تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے اس میں مخل ہونے کا ہر ایک کو اختیار ہے۔

یہ اصول اس وقت کہاں تھا جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فاضل بریلوی کو دعوت مناظرہ دی گئی تھی؟؟؟؟ تب بھی تو وہ مذہبی مناظرہ تھا!...... تب بھی تو وہ ذاتی جھگڑا نہ تھا!...... تو اس وقت فاضل بریلوی کیوں مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھاگ رہے تھے؟؟ صرف اس لئے کہ اس وقت نو ہزار روپے کا اشتہار نہ تھا؟؟ اور اب چونکہ نو ہزار روپے کی ہوس اور لالچ ہے اس لئے سب اصول بھول گئے!!!!

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا مقصد بھی تو یہی تھا کہ یہ آپ کا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی جھگڑا تو ہے نہیں، آپ ہر ایک کو کافر بناتے پھریں اور جب کوئی گفتگو کرنا چاہے تو فلاں کو بلاؤ!...... خان صاحب بریلی کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو بلانے پر بضد رہنا تو اس تین رکنی ٹیم کی اصولی گفتگو سے یہ بتلا رہا ہے کہ خان صاحب بریلوی کوئی مذہبی مناظرہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ ان کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ذاتی جھگڑا تھا جو انہی کے ساتھ حل کرنا چاہ رہے تھے۔

☆☆☆☆